عقیدہ ظہورِ مہدی

قرآن کریم، احادیث نبویؐ اور تاریخ کی روشنی میں

تالیف

علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلویؒ

ناشر

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

مکان نمبر ۳ ـ ۷ ـ ۱ ـ ۷ ـ بلاک نمبر۱ ـ ناظم آباد ـ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۲۱۳۴۹

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــــ عقیدہ ظہور مہدی

مؤلف ــــــــــ علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلویؒ

صفحات ــــــــــ ۶۴

قیمت ــــــــــ پندرہ روپے صرف ۱۵/-

طباعت ــــــــــ روحانی ڈائجسٹ پریس۔ ناظم آباد

ــــــ ناشر ــــــ

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

مکان نمبر ۳۔ ۷۔ ۱ے۔ بلاک نمبر ۱۔ ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۲۱۴۴۹ ـــ ۶۲۷۸۴۰

اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا ہی مہربان اور بڑی رحمت والا ہے

مہدویت اور ظہورِ مہدی کا تصور کم و بیش اہلِ سنت والجماعت اور شیعہ حضرات میں صدیوں سے کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ اس کتابچے میں حضرت علامہ حبیب الرحمٰن الصدیقی کاندھلوی نے اسی مہدویت اور ظہورِ مہدی کے ضمن میں قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بڑی حقیقت افروز بحث کی ہے۔ چونکہ حضرت علامہ محترم کا تعلق امت کے سوادِ اعظم یعنی اہلِ سنت والجماعت سے ہے، اس لیے قدرتی طور پر حضرت علامہ مدظلہ نے قرآنِ کریم کے علاوہ احادیثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مخزنوں اور مجموعوں سے استفادہ کیا ہے جو اہلِ سنت والجماعت کے یہاں صحیح، مستند اور قابلِ قبول ہیں۔ اسی طرح جناب مصنف نے احادیثِ مبارک کے قوی اور ضعیف ہونے کے ضمن میں صرف انہیں ناقدین اور ماہرینِ حدیث کے اقوال حوالے کے طور پر پیش کئے ہیں، جو علماء اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک صحیح، مستند اور معتمد ہیں۔ کہیں کہیں دورانِ بحث حضرت علامہ نے بعض شیعہ علماء کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن ان کا ذکر بحث کے سلسلے میں محض تاریخی حوالے کے طور پر کیا گیا ہے اور ان کے اقوال، آراء اور خیالات کے بارے میں کسی تنقید و تبصرے سے احتراز کیا گیا ہے۔ یہ کتابچہ ۱۹۸۰ء کے آخر میں "عقیدۂ مہدویت اور ظہورِ مہدی" کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔ اب مزید معلوماتی مواد کے ساتھ موجودہ نام سے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس دلچسپ اضافے سے قارئین کی معلومات میں مفید اضافہ ہوگا۔ امید ہے کہ علماء کرام اور اہلِ فکر و نظر اس کتابچے کا مطالعہ اسی انہماک و توجہ سے کریں گے جس کا موضوعِ زیرِ بحث متقاضی ہے۔ دنیا بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ اب کسی بات کو صرف اس لیے تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے اسلاف میں سے بعض قابلِ ذکر بزرگوں نے اپنے خیال کے مطابق اسے حقیقت کے طور پر تسلیم کر لیا ہے۔

مسعود علوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب سے خانہ کعبہ پر ایک گمراہ، بے دین اور بقول لوگوں کے ایک مرتد فرقے نے قبضہ کیا، اور ظہور مہدی کا دعویٰ کیا۔ اس وقت سے مہدویت کی بحث خاص و عام کی زبان پر جاری اور اخبارات کی زینت بنی ہوئی ہے۔

لیکن سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ اگر مہدویت سے متعلق احادیث قطعی طور پر صحیح ہیں اور حقیقتاً اس کا عقیدے سے کچھ تعلق ہے۔ اور فی الواقع آنے والے مہدی کا نام محمد اور باپ کا نام عبداللہ ہے تو موجودہ مدعی مہدیت کے گمراہ اور مرتد ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ہماری عقل اس فتوے کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

موجودہ اہل سنت اور فرقہ جعفریہ دونوں فرقوں میں مہدی کے ظہور کا تصور کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے۔ لیکن دونوں کے مہدی جداگانہ ہیں۔ اہل سنت کے مہدی تو ابھی وجود میں بھی نہیں آئے۔ اور شیعوں کے مہدی ایک ہزار سال قبل پیدا ہو کر مستور ہو گئے۔

ہمارا تعلق چونکہ اہل سنت سے ہے۔ اسی لئے ہماری بحث کا تعلق بھی سنی مہدی سے ہے۔ اہل سنت کی کتابوں میں مہدی سے متعلق جتنی احادیث پائی جاتی ہیں۔ کیا فی الواقع وہ صحیح احادیث ہیں یا شیعہ حضرات کی روایات سے متاثر ہو کر اہل سنت نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ موضوعات اور رجال کی کتابوں میں محدثین کرام نے ایسی ہزارہا احادیث پر بحث کی ہے۔ جو کتب اہل سنت میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن دراصل وہ موضوع، منکر اور شدید ضعیف ہیں۔

ہم جب اس نظریئے کے تحت کتب احادیث کی چھان بین کرتے ہیں تو صحیح بخاری صحیح مسلم اور موطا امام مالک جیسی صحیح کتابوں میں کسی ایسی ایک روایت کا وجود نظر نہیں آتا۔ بلکہ یہ روایات نسبتاً کم درجے کی کتابوں میں نظر آتی ہیں۔ جیسے سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ۔ ان میں مہدی سے متعلق متعدد احادیث ملتی ہیں۔ یہ تینوں

کتابیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک بلکہ سنن نسائی کے بھی ہم پلہ نہیں ہیں. کیونکہ ان میں ضعیف، منکر، منقطع اور مرسل ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان پر صحت کا حکم اکثریت کے لحاظ سے لگایا گیا ہے. یہی وجہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے خود متعدد روایات کو ضعیف اور منکر قرار دیا ہے. جو اس امر کا ثبوت ہے کہ ان کتابوں میں ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

ظہورِ مہدی سے متعلق روایات چند اقسام پر مبنی ہیں۔

۱. بعض احادیث تو ایسی ہیں جن میں قربِ قیامت کی علامات کا ذکر کیا گیا ہے. اور ان روایات میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں. مثلاً یہودیوں اور رومیوں سے جنگ، یا دجال کے ظہور کے واقعات یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا واقعہ، ان میں سے بہت سے واقعات صحیح بخاری، اور صحیح مسلم میں پائے جاتے ہیں. لیکن ان احادیث میں مہدی کا کسی جگہ کوئی ذکر موجود نہیں۔ ان واقعات کو زبردستی مہدی سے متعلق کر دیا گیا ہے. اسی طرح وہ احادیث جن میں ایک عادل خلیفہ کا ذکر ہے جو لوگوں کو بے پناہ مال دے گا. صحیح مسلم وغیرہ میں پائی جاتی ہیں. لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کسی جگہ یہ موجود نہیں کہ وہ مہدی ہو گا یا اس کا نام محمد ہو گا۔ ان احادیث کو بھی زبردستی مہدی کے ساتھ چسپاں کر دیا گیا ہے. ممکن ہے کہ انہی احادیث کو دیکھ کر مہدویت کی روایات وضع کی گئی ہوں۔

۲. کچھ روایات ایسی ہیں جن میں مہدی کا ذکر ہے. جن میں سے بعض روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہدی اہل بیت سے ہوں گے. بعض میں ان کے صفات اور ان کا نام بیان کیا گیا ہے. ہماری بحث انہی روایات سے ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ضعیف روایات اعتقادات میں قطعاً قابلِ قبول نہیں ہوتیں، بلکہ اگر روایت صحیح بھی ہے اور وہ درجۂ تواتر تک نہیں پہنچتی تو اس پر عقیدے

کی بنیاد ہرگز قائم نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ عقیدے کی بنیاد ظنیات (گمان) پر نہیں رکھی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ط

ترجمہ :۔ یقیناً ظن حق میں کچھ کام نہیں آتا۔

میرے نزدیک اس موضوع پر جتنی روایات پائی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ ہم سطورِ ذیل میں ان روایات پر محدثانہ بحث کریں گے۔ یہ بھی عرض کردیں کہ ہم بھی ایک انسان ہیں۔ ممکن ہے بلحاظ انسانیت ہم سے کسی غلطی کا ارتکاب ہو رہا ہو تو علماء سے ہماری عرض ہے کہ وہ ہمیں ہماری خامیوں کے بارے میں متنبہ کریں گے۔

اس مسئلہ پر سب سے بہترین حدیث حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث ہے۔ جس کے الفاظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ اگر دنیا کے خاتمہ میں ایک روز بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو طویل فرما دے گا۔ حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص اٹھے گا۔ جس کا نام وہی ہوگا جو میرا نام ہے اور اس کے باپ کا نام بھی وہی ہوگا جو میرے باپ کا نام ہے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔" ابوداؤد ج۔ ۲ صؔ ۲۳۹ ترمذی ج۔ ۲ صہ ۵۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی مطبوعہ قرآن محل۔ ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لیکن یہ روایت "تین زمانوں تک خبر واحد" رہی۔ اسے ان الفاظ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہؓ سے اس کو روایت کرنے والے صرف زرؓ بن حبیش ہیں۔ اور ان سے عاصم کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ہاں عاصم سے روایت کرنے والے متعدد حضرات ہیں۔ جن کے الفاظ میں اختلاف بھی ہے۔

جہاں تک حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا تعلق ہے تو تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں وہ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ زرؓ بن حبیش کی ذات پر بھی کسی نے جرح

نہیں کی۔ بلکہ بعض احادیث سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی صحابی رسول تھے لیکن جہاں تک عاصمؒ کا تعلق ہے تو ان کی ذات انتہائی مشکوک ہے۔ یہ تو دنیا تسلیم کرتی ہے کہ وہ قرارت کے سب سے بڑے امام ہیں۔ بلکہ آج تمام روئے زمین پر انہی کی قرارت کے مطابق تلاوت قرآن کی جاتی ہے۔ لیکن حدیث میں ان کا کیا مقام ہے؟ تو ابن عدیؒ کامل میں اور ذہبیؒ میزان الاعتدال میں رقم طراز ہیں کہ عاصمؒ قرارت میں تو مسلم ہیں لیکن حدیث میں قابل تسلیم نہیں۔ اگرچہ فی الواقع یہ سچے ہیں۔ لیکن انہیں احادیث میں اکثر وہم ہوتا تھا۔ ابن خراشؒ کہتے ہیں ان کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ امام الرجال یحییٰؒ بن سعید القطان فرماتے ہیں، میں نے جتنے بھی ایسے افراد کو دیکھا جن کا نام عاصم تھا۔ ان سب کا حافظہ خراب پایا۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ ان سے امام بخاری و امام مسلم نے بھی روایت لی ہے۔ لیکن وہ بطور شہادت لی ہیں اسے دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ عاصمؒ ثقہ ہیں۔ لیکن حدیث میں غلطیاں بہت کرتے ہیں، امام ابوحاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس لائق نہیں کہ انہیں ثقہ کہا جائے۔ میزان الاعتدال ج۔ ۲ صہ ۳۵۷ مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ۔ غالباً یہی وجہ ہے جو امام بخاری و امام مسلم نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔ ورنہ عاصمؒ کے علاوہ اس کے تمام روات ثقہ ہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت محدثین کی نظر میں حجت نہیں اور نہ یہ صحت کے معیار پر پوری اترتی ہے۔ بلکہ بقول ابن خراشؒ منکر اور بقول ابی حاتمؒ ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہؒ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے ایک اور حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ بالکل جداگانہ ہیں۔ اس روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے، اتنے میں بنو ہاشم کی ایک جماعت آئی، انہیں دیکھ کر حضورؐ رونے لگے اور آپ کے چہرۂ مبارک کی رنگت تبدیل ہوگئی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم آپ کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا۔ ہم اہل بیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند فرمایا

ہے اور میرے بعد میرے اہل بیت کو تکالیف پہنچیں گی۔ اور انہیں دھکے دیئے جائیں گے۔ حتیٰ کہ مشرق کی جانب سے ایک گروہ آئے گا جس کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہوں گے لوگ ان سے خیر کا سوال کریں گے تو وہ انہیں کچھ نہ دیں گے۔ جس پر لوگ ان سے جنگ کریں گے تو اللہ کی جانب سے اس گروہ کی مدد کی جائے گی۔ جس پر وہ لوگوں کی خواہشات پوری کریں گے۔ لیکن ان کی خلیفہ تسلیم نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ یہ گروہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا۔ جو زمین کو انصاف سے اسی طرح بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوتی تھی۔ اس زمانے کے جو لوگ اس گروہ کو پائیں وہ اس گروہ کے پاس پہنچ جائیں۔ خواہ انہیں برف پر گھسٹ کر جانا پڑے۔ ابن ماجہ ترجمہ ج۔ ۲ ص ۵۲۲۔ مطبوعہ قرآن محل۔

یہ روایت جن لغویات سے معمور ہے انہیں نظر انداز بھی کر دیا جائے تو اس میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں۔ اور یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پہلی روایت کے بالکل خلاف ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل بیت کی اصطلاح قرآن اور احادیث صحیحہ میں ازواج مطہرات کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ اہل بیت کے معنی ہیں "گھر والا" یا "گھر والی" اور اولاد باپ کی "گھر والی" نہیں ہوتی اور نہ کوئی صاحب عقل اس کا تصور کر سکتا ہے۔

یہ بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ دونوں اپنے اہل بیت ہونے کے مدعی تھے اور بنو عباسؓ نے اہل بیت ہی کے نام سے خلافت حاصل کی تھی۔

یہ بھی تاریخی طور پر مسلمہ حقیقت ہے کہ بنو عباسؓ نے حصول خلافت کے لئے سیاہ رنگ کو اپنا شعار بنایا تھا۔ اور تمام خلفائے عباسیہ سیاہ لباس پہنتے رہے اور خلافت عباسیہ کے خاتمہ کے بعد شیعہ حضرات نے اسے اپنا لیا۔ چونکہ اس روایت میں سیاہ جھنڈوں کا ذکر ہے اس لئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ روایت خلافت عباسیہ کے قیام کے لئے وضع کی گئی اور چونکہ اولاد علیؓ بھی بنو عباسؓ کے ساتھ تھی۔ اس لئے بعد میں اس روایت کو شیعہ اور

سنی دونوں طبقوں نے اپنے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ چونکہ اس روایت میں اہل بیت کا اطلاق بنو ہاشم پر کیا گیا ہے اس لیے آنے والا شخص حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ، حارث بن عبدالمطلب، زبیر بن عبدالمطلب، ابولہب بن عبدالمطلب اور ابوطالب کی اولاد میں سے کسی کی نسل سے بھی ہو سکتا ہے جو لوگ اس کے دعویدار ہیں کہ وہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا یہ روایت ان کے جواب کے لیے کافی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ روایت پہلی روایت سے بھی زیادہ مہمل ہے۔ اس کے دو راوی مجروح ہیں۔ علی بن صالح اور یزید بن ابی زیاد الکوفی۔ حافظ ابن حجرؒ علی بن صالح کے بارے میں فرماتے ہیں یہ مجہول ہے امام ذہبی میزان میں فرماتے ہیں اس پر حدیثیں وضع کرنے کا الزام ہے۔ میزان الاعتدال ج۔ ۳ ص ۱۳۴۔ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ۔ گویا اس روایت کا واضع علی بن صالح ہے اور جس طرح سے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے، اسی طرح اس نے اس جھوٹ میں عبداللہؓ بن مسعود، علقمہؒ اور ابراہیم نخعیؒ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ کیونکہ جو شخص حضورؐ کی جانب جھوٹی بات منسوب کر سکتا ہے۔ اس کے لیے دوسروں کی جانب جھوٹ منسوب کرنا بہت آسان ہے۔

دوسرا راوی یزید بن ابی زیاد الکوفی ہے یہ کوفہ کے مشہور علماء میں شمار ہوتا تھا۔ لیکن اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ امام یحییٰؒ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ قوی نہیں اور نہ اس کی حدیث حجت ہے۔ امام عبداللہؒ بن المبارک فرماتے ہیں۔ اس کی روایت اٹھا کر باہر پھینک دو۔ امام وکیعؒ بن الجراح جو امام ابوحنیفہ کے چالیس سال کاتب رہے ہیں فرماتے ہیں یزید جیسے ضعیفوں والی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں اس کی حدیث کی کوئی حیثیت نہیں۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ بلکہ ابو اسامہؒ تو اس حدیث کے بارے میں یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر یزید بن ابی زیاد پچاس قسمیں کھا کر بھی یہ کہے کہ اس نے یہ حدیث ابراہیم نخعیؒ سے سنی ہے تب بھی میں اس کی تصدیق نہ کروں گا۔ کیونکہ نہ تو ابراہیم نخعیؒ کا یہ مذہب تھا

نہ علقمہؓ کا اور نہ عبداللہ بن مسعودؓ کا۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں۔ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں ابن فضیلؒ فرماتے ہیں یہ اپنے زمانے کے شیعوں کا امام تھا۔ میزان ج۔ ۳ ص ۲۲۴ مطبوعہ دارالاحیاء الکتب العربیہ۔

اس موضوع پر حضرت علیؓ سے بھی متعدد احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ایک روایت امام ابوداؤدؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمانہ کے خاتمہ میں ایک روز بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص مبعوث فرمائے گا۔ جو زمانہ کو اس طرح عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔

اس روایت سے اولیٰ تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اہل بیت سے کیا مراد ہے اور پہلی روایت کی رو سے تمام بنو ہاشم مراد ہیں۔ ثانیاً یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ مہدی ہوگا۔ نہ اس کا نام اور اس کی کوئی صفت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بنو ہاشم کا ہر عادل حاکم اس حدیث کے تحت داخل ہوگا۔

اس روایت کے تعلق سے دو راوی شیعہ ہیں ایک فضل بن دکین اور دوسرا فطر بن خلیفہ۔ جہاں تک فضل بن دکین کا تعلق ہے وہ اگرچہ حافظ الحدیث سمجھے جاتے تھے لیکن شیعہ تھے۔ محدثین کہتے ہیں یہ غالی قسم کے شیعہ نہ تھے اور نہ صحابہ پر تبرا کرتے تھے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ جب فضل بن دکین کسی شخص کی تعریف کرے، اور یہ کہے کہ وہ بہت عمدہ آدمی ہے تو سمجھ لو کہ وہ شخص ضرور شیعہ ہے۔ میزان ج۔ ۳ ص ۳۵۰۔ مطبوعہ دارالاحیاء الکتب العربیہ۔

کیا ایک شیعہ سے یہ ممکن نہیں کہ اس نے اپنے تشیع کے پیش نظر یہ روایت بیان کی ہو اور چونکہ وہ اہل سنت میں بھی مقبول تھا اس لئے مصلحتاً اس نے مہدی کا نام حذف کر دیا ہو۔ ممکن ہے ہمارا یہ خیال علمائے اہل سنت کو ناگوار گذرے۔ کیونکہ فضل بن دکین

امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ لیکن اگر اس کی ہر روایت قابلِ قبول ہوتی تو امام بخاریؒ بھی اس حدیث کو روایت کرتے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ پھر یہ معاملہ یہاں ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ فضل بن دکین کے اس روایت میں استاد محترم اپنے شاگرد رشید سے بہت آگے نظر آتے ہیں۔ ان کا اسم گرامی فطر بن خلیفہ ہے۔

فطر کوفہ کا باشندہ ہے اگرچہ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے، لیکن دار قطنیؒ کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ لوگ اس فطر کو ثقہ سمجھتے تھے۔ لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا۔ خشبیہ عربی میں لکڑی کو کہتے ہیں۔

انہیں خشبیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے لاٹھیاں اور ڈنڈے ہاتھ میں لے کر حکومت وقت کے خلاف خروج کیا تھا۔ (تحفہ اثنا عشریہ صہ ۲۷) مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب) گویا یہ فرقہ بلا اسباب جنگ خروج کا قائل تھا۔ فطر بن خلیفہ بھی اسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ابن عدیؒ کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں، جوزجانیؒ کہتے ہیں، یہ گمراہ ہے ثقہ نہیں ہے۔ احمد بن یونسؒ کا بیان ہے کہ میں اسے دیکھ کر اس طرح آگے بڑھ جاتا تھا جس طرح کوئی کتے کو چھوڑ کر گذر جاتا ہے۔ میزان ج۔ ۳ صہ ۳۶۳۔ مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ۔

ہم بھی احمدؒ بن یونس کی پیروی میں اس کی روایت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت علیؓ کی ایک اور روایت امام ابوداؤدؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کی جانب دیکھ کر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے کیونکہ حضورؐ نے اسے سید فرمایا ہے۔ عنقریب اس کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ اس کا نام وہی ہوگا جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ وہ اخلاق میں حضورؐ کے مشابہ ہوگا لیکن صورت

میں مشابہ نہ ہوگا۔ (اس جملہ کا ترجمہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صورت میں حضور کے مشابہ ہوگا۔ لیکن اخلاق میں مشابہ نہ ہوگا) وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

حضرت علیؓ کے اس قول سے قطعاً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مہدی ہوگا۔ پھر شیعوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اولادِ حسینؓ سے ہوگا۔ ہمارے مہدی پرست سنیوں نے دونوں باتوں کا بھرم رکھتے ہوئے بیچ کی حیثیت سے بلا تحقیق یہ فیصلہ سنایا کہ وہ حسنی اور حسینی ہوگا۔ حالانکہ خود حضرت علیؓ اس کے دعویدار ہیں کہ وہ اولادِ حسن سے ہوگا۔

اس روایت کی پوزیشن کیا ہے؟ تو اسے حضرت علیؓ سے نقل کرنے والے ابواسحاق سبیعیؒ ہیں۔ ان کا اسم گرامی عمرو بن عبداللہ ہے۔ یہ مشہور تابعی اور ثقہ ہیں۔ لیکن آخر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ اس لئے بعض محدثین نے اشتباہ کے باعث ان کی حدیث کو ترک کر دیا۔ تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ روایت انہوں نے خرابی حافظہ سے قبل بیان کی تھی اور سننے والے نے خرابی حافظہ سے قبل سنی تھی۔ ان کی یہ روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔

اس کے علاوہ کوفہ میں یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے تدلیس سے کام لیا۔ تدلیس محدثین کی ایک اصطلاح ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ راوی اپنے استاد کا نام چھوڑ دے اور حدیث کو استاذ الاستاد کی جانب منسوب کر دے۔ عام طور پر یہ عمل اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ استاد ضعیف ہو۔ اس طرح حدیث کے ضعف کو چھپایا جاتا ہے۔ امام کیعؒ فرماتے ہیں جب کپڑے کا عیب چھپانا حرام ہے تو حدیث کا عیب چھپانا کیسے حلال ہوگا۔ اسی لئے ہم بھی ان عیوب کے اظہار پر مجبور ہیں اور بعض اوقات مدلس راوی یعنی جو تدلیس کر رہا ہے۔ کئی کئی راویوں کو چھوڑ دیتا ہے اور احادیث میں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ اور مدلس کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ خاص طور پر وہ روایت جو عَنْ فُلَانٍ (فلاں سے روایت ہے) سے مروی ہو۔ لیکن اگر مدلس ثقہ ہے جیسے ابواسحاق سبیعی وہ اگر یہ کہے کہ میں نے فلاں سے یہ روایت سنی تو یہ روایت

قابل قبول ہوگی۔ اس لئے کہ ان الفاظ سے سننے کی صراحت ثابت ہوتی ہے لیکن عن فلاں سے سماعت کی صراحت ثابت نہیں ہوتی، اور اتفاق سے یہ روایت بھی عن فلاں سے مروی ہے جو ہرگز قابل قبول نہیں۔

دوسرا عیب اس روایت میں یہ ہے کہ اس کا ایک اور راوی عمرو بن ابی قیس الرازی ہے اگرچہ وہ سچا ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا تھا۔ خود امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں۔ اس میں برائی تو کوئی نہیں، لیکن وہ حدیث میں غلطیاں بہت کرتا ہے۔ دارنشر الکتب العربیہ تقریب ص ۲۶۲ میزان ج ۳ صفحہ ۲۸۵ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ۔

اس کا ایک اور راوی ہارون بن المغیرۃ الرازی ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے لیکن خود امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں یہ شیعہ تھا۔ سلمانی کہتے ہیں۔ اس کی حدیث پر اعتراض ہے میزان ج ۴ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ گویا اس روایت میں تین عیوب جمع ہیں۔ ایک راوی شیعہ ہے دوسرا راوی لغزش کرتا ہے۔ تیسرا راوی مدلس ہے اور آخر میں اس کا حافظہ بھی خراب ہوگیا تھا۔ ایسی صورت میں اس روایت کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

امام ابوداؤدؒ نے حضرت علیؓ سے ایک اور روایت ہلال بن عمرو کے ذریعہ نقل کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ماوراء النہر سے ایک شخص ظاہر ہوگا۔ جس کا نام حارث حراث ہوگا۔ اس کے لشکر کا ہراول دستہ منصور نامی شخص کے ساتھ ہوگا۔ وہ آل محمدؐ کو اسی طرح پناہ دے گا جیسے قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی۔ اس وقت ہر مومن پر اس کی مدد اور اس کی دعوت قبول کرنا واجب ہے۔

اگرچہ بظاہر اس روایت کا مہدی سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ لیکن امام ابوداؤدؒ نے اسے مہدی کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ غالبًا انہوں نے آل محمدؐ سے مہدی مراد لئے ہیں۔ اسی لئے ہم اس پر تبصرہ کر رہے ہیں۔

مہدی کا نام سنتے سنتے لوگوں کی زندگیاں گذر گئیں۔ لیکن یہ حارث حراث اور منصور کا نام کسی

نے نہ سنا ہوگا۔ ہمارے علماء کہتے ہیں۔ یہ حارث حراث مہدی کے لشکر کا امیر ہوگا۔ ہمارے نزدیک تو یہ روایت جہالت علمی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار نے پناہ دی تھی نہ کہ قریش نے۔ قریش نے تو آپ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خلاف واقعہ بات کیسے فرما سکتے تھے۔ ہمارے مولویوں نے اس کی تاویل کی کہ پناہ دینے سے فتح مکہ کے بعد پناہ دینا مراد ہے۔ لیکن کوئی ان احمقوں سے دریافت کرے کیا دنیا میں کہیں ایسا ہوا ہے کہ مفتوح قوم نے فاتح کو پناہ دی ہو؟ اور یہ مفروضہ اس وقت قابلِ قبول ہو سکتا ہے جبکہ حضورؐ فتح مکہ کے بعد مکہ میں قیام فرماتے لیکن آپ مدینہ ہی میں آکر قیام فرمایا اور فتح مکہ کے بعد حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ نے انصار سے فرمایا تھا۔ "جب میری قوم نے مجھے میرے شہر سے نکالا تو تم نے مجھے پناہ دی، اے گروہ انصار تم جہاں بھی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (بخاری و مسلم) یہ تمام امور اس روایت کے جھوٹ ہونے کا ثبوت ہیں۔

اس روایت کے دو راوی تو وہی ہیں جو سابقہ روایت کے تھے۔ یعنی عمرو بن ابی قیس جو احادیث میں غلطیاں کرتے تھے اور دوسرا ہارون بن المغیرہ جو شیعہ تھا۔ لیکن اس میں مزید دو اور راوی بھی ناقابل قبول ہیں، ایک ہلال بن عمرو اور دوسرا ان کا شاگرد ابو الحسن۔

امام ذہبیؒ میزان میں فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا یہ ابو الحسن کون ہے یعنی یہ راوی مجہول ہے اور ہلال بن عمرو کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۴ ص ۳۱۵۔ (مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ ہلال بن عمرو الکوفی بھی مجہول ہے تقریب ص ۳۶۶۔ (دار نشر الکتب الاسلامیہ)

سنن ابوداؤدؒ کے حاشیہ نویس نے اپنے حاشیہ میں امام دارقطنیؒ کے حوالہ سے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جو آج تک جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کی ہے ظاہر نہیں ہوئیں، وہ یہ ہیں کہ رمضان کی

پہلی تاریخ کو سورج گہن ہو گا۔ اور نصف رمضان میں چاند گہن ہو گا۔ یہ روایت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے بھی اپنی کتاب علامات قیامت میں آنکھیں بند کر کے نقل کر دی ہے اور اس پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس خرضی روایت میں علی سے مراد حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں یا نہیں! غالباً شاہ صاحب اسماء الرجال اور تاریخ سے واقف نہ تھے یا روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہو کر ضعف پرست بھی بن گئے تھے۔ اتفاق سے ہمارے علماء نے بھی یہ دونوں عیوب ان جیسے حضرات سے ورثہ میں حاصل فرمائے ہیں اور مزید یہ کہ ان علماء کو شخصیت پرستی کا مرض بھی لاحق ہو گیا تھا۔

اس کا ایک راوی جابر ہے۔ یہ جابر بن یزید الجعفی الکوفی ہے جو محمد بن علی بن حسین یعنی امام باقرؒ کا شاگرد مشہور ہے۔ کم از کم اس کا دعویٰ یہی ہے۔ لیکن جب ہم اس کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ دعویٰ سراسر جھوٹ پر مبنی نظر آتا ہے۔ یہ جابر رجعی تھا فرقہ رجعیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ فرقہ رجعیہ شیعوں کا ایک طبقہ تھا جو اس بات کا قائل تھا کہ حضرت علیؓ کی شہادت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے اور بادلوں میں وہی گھومتے پھرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بادلوں سے جو کڑک پیدا ہوتی ہے وہ حضرت علیؓ کے کوڑے کی آواز ہوتی ہے اور قیامت کے قریب حضرت علیؓ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور اپنے مخالفین کو ختم کریں گے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ مخالفین حضرت علیؓ کی آمد سے قبل ہی ملک عدم پہنچ جائیں گے یعنی حضرت علیؓ تو اس جہان فانی میں اپنے دشمنوں کو تلاش کرنے آئیں گے اور ان کے دشمن دار البقا میں جا کر روپوش ہو جائیں گے۔ اب ہمارے علماء خود ہی فیصلہ کریں کہ جب حضرت علیؓ خود ہی تشریف لانے والے ہیں تو اب ان کی اولاد کی آمد کی کیا ضرورت باقی رہ جائے گی۔ رہ گیا سورج گہن اور چاند گہن کا مسئلہ وہ محکمہ موسمیات والے پہلے ہی سے حل کر سکتے ہیں اس لئے سب عوام الناس کو کسی پریشانی میں مبتلا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں متعدد محدثین کا بیان ذکر کیا ہے کہ یہ جابر حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا اور ابوجعفر محمد یعنی جناب باقر سے روایات نقل کرتا ہے اس کا دعویٰ تھا کہ ستر ہزار احادیث تو مجھے امام باقر کی یاد ہیں، اور پچاس ہزار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان تمام روایات میں سے میں نے زندگی میں ایک روایت کے علاوہ کوئی روایت بیان نہیں کی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی روایت ہو۔ کیونکہ اس کا تعلق علم باطن سے ہے۔ اور باطنی علوم ان لوگوں سے بیان نہیں کئے جا سکتے۔ جو رمز آشنا نہ ہوں۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ علم ظاہر بن جائے گا۔ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس جابر سے تیس ہزار روایات سنی ہیں۔ جن میں سے میں ایک کا بیان کرنا بھی حلال نہیں سمجھتا۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں عطار بن ابی رباحؒ سے زیادہ فقیہ اور جابر جعفی سے زیادہ کذاب کوئی انسان نہیں دیکھا۔ تفصیل کے لئے "مقدمہ مسلم" "میزان الاعتدال" اور "کتاب العلل" ترمذی کا ملاحظہ کیجئے۔

جابر بن یزید نے یہ روایت محمد سے نقل کی ہے۔ یہ محمد حضرت امام زین العابدینؒ کے صاحبزادے اور جناب جعفرؒ کے والد ہیں۔ جو باقر کے لقب سے مشہور ہیں ان کی کنیت ابوجعفر ہے۔ گویا محمدؒ بن علی، ابوجعفر اور باقر سے ایک ہی ذات مراد ہے۔ جابر کا دعویٰ ہے کہ محمدؒ نے یہ روایت علی سے سنی ہے۔ اب علی سے کون شخص مراد ہے۔ اگر بقول شاہ صاحب رحمۃ اللہ حضرت علیؓ بن ابی طالب مراد ہیں تو ابوجعفر باقرؒ تو کجا ان کے والد محترم امام زین العابدینؒ بھی حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے۔ اس صورت میں درمیانی راوی غائب ہیں اور روایت منقطع ہے۔ کیا خبر کہ وہ راوی بھی جابر بن یزید کے ہم جنس ہوں۔ اگر روایت کو متصل ثابت کرنا ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ علی سے مراد علیؒ بن حسین یعنی امام زین العابدینؒ ہیں جو امام باقرؒ کے والد ہیں۔ ایسی صورت میں یہ حضرت زین العابدینؒ کا قول ہوگا۔ نہ کہ حدیث۔ اور جو شخص امام باقرؒ کی جانب سے پچاس ہزار جھوٹ بول سکتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے

نیس بنزور جھوٹ بول سکتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت علی بن حسینؓ کی جانب سے جھوٹ بولنا کیا دشوار ہے اور اس کا سب سے اہم ثبوت اس روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ "ہمارا مہدی" گویا یہ بات سنیوں کے مہدی کی بیان نہیں کی جارہی ہے۔ بلکہ جابر اپنے طبقہ کے مہدی کا ذکر رہا ہے اور جابر کے نزدیک مہدی سے مراد حضرت علیؓ نہیں۔

یہ تحقیق اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہمارے ہندوپاک کے علماء نے مہدی کی روایات کو آنکھیں بند کرکے قبول کیا ہے۔

حضرت علیؓ کی ایک اور روایت امام ابن ماجہ نے بایں الفاظ نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے جن کی اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں اصلاح فرمادے گا۔ ابن ماجہ مترجم جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ مطبوعہ قرآن محل۔

گویا وہ پہلے سے تو اصلاح یافتہ نہ ہوں گے لیکن حصول حکومت کے لئے ایک ہی رات میں ان کی اصلاح کردی جائے گی۔

اس روایت کے دو راوی مجروح ہیں۔ پہلے راوی ابراہیم بن محمد بن حنفیہ ہیں عقیلی فرماتے ہیں یہ معتبر نہیں، اور ان کی یہ حدیث منکر ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۰ مطبوعہ دارالکتب احیاء العربیہ، دوسرا راوی یاسین بن معاذ الزیات ہے یہ کوفہ کے فقہاء اور مفتیوں میں شمار ہوتا تھا۔ لیکن یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں اس کی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ امام نسائیؒ اور ابن جنیدؒ کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں یہ من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یاسین سے مراد یاسین الزیات نہ ہو بلکہ یاسین بن شیبان الکوفی ہو تو امام بخاریؒ کہتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ ابن بیان کہتے ہیں کہ یاسین بن شیبان سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۵۹۔ مطبوعہ دارالکتب احیاء العربیہ۔

اس موضوع پر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی روایات بھی پائی جاتی ہیں، جن میں سے ایک روایت مختصر اور ایک تفصیلی ہے۔ مختصر روایت صرف اتنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہدی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے۔ ابوداؤد وابن ماجہ۔

اس کا ایک راوی زیاد بن بیان ہے۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں۔ اس کی حدیث صحیح نہیں۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔

تفصیلی روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف پیدا ہوگا تو مدینہ کا ایک شخص بھاگ کر مکہ چلا جائے گا تو مکہ کے لوگ اس کے پاس آئیں گے اور زبردستی اس کی بیعت کریں گے۔ اور رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان یہ بیعت ہوگی۔ ان کے مقابلے کے لئے شام کا ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ یہ صورت حال دیکھ شام کے ابدال اور عراق کے سرداران کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی بیعت کریں گے۔ پھر قریش کا ایک شخص ان کے مقابلے پر کھڑا ہوگا۔ جس کی ننھیال بنو کلب میں ہوگی۔ وہ ان کے مقابلے کے لئے لشکر بھیجے گا۔ خلیفہ ان پر غالب آئے گا۔ افسوس ہے اس شخص پر جو بنو کلب کی غنیمت حاصل کرنے حاضر نہ ہو۔ یہ شخص مال تقسیم کرے گا۔ اور سنت نبوی کے مطابق عمل کرے گا اور اسلام کی چکی دوبارہ چلنے لگی گی۔ یہ سات سال زندہ رہیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہو جائے گی۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں۔ بعض روایات میں نو سال کا ذکر ہے۔ اس حدیث سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ مہدی ہوگا اور نہ اس کے نام کا ذکر ہے لیکن امام ابوداؤدؒ نے اسے مہدی کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ وہ شخص خلیفہ ہوگا۔ حالانکہ اب دنیا سے خلافت کا وجود ہی مٹ چکا ہے۔

۳۔ ان کی تمام لڑائی شامیوں اور عربوں سے ہوگی۔ جو خود اسلام کے نام لیوا ہیں۔

۴۔ دارالخلافہ مدینہ ہوگا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ کے بعد سے آج تک مدینہ دارالخلافہ نہیں بنا۔ اب اگر مہدی کو زبردستی ظاہر کرنا ہی مقصود ہے تو پہلے خلافت کو زندہ کیجیے۔

۵۔ اس روایت میں ابدال کا بھی ذکر ہے۔ حالانکہ تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ جن روایات میں ابدال اور اقطاب کا ذکر ہے وہ سب موضوع ہیں۔

۶۔ اس روایت میں شام کے ابدال کا ذکر ہے۔ کیا ابدال مکہ اور مدینہ چھوڑ کر شام میں مقیم ہوئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو وہ نہایت ہی متبرک مقام ہے۔

حضرت ام سلمہؓ سے اسے جو شخص روایت کر رہا ہے۔ سند میں اس کا نام تک موجود نہیں اور وہ مجہول ہے اور مجہول راوی کی روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہوتی۔

دوسرا راوی صالح ابوالخلیل ہے۔ اسے اگرچہ ابن معینؒ نے ثقہ کہا ہے لیکن ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں یہ حجت نہیں۔ تقریب صد ۱۵۰۔ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ۔

اس موضوع کی ایک حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی مروی ہے۔ جو ابوداؤد میں پائی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی مجھ سے ہوں گے۔ ان کی پیشانی کشادہ ہوگی اور ناک بلند ہوگی۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور سات سال مالک رہیں گے۔

اس کا ایک راوی عمران بن داؤد ہے۔ اس کی کنیت ابوالعوام ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں میرے خیال میں اس کی حدیث اچھی ہے۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں ضعیف ہے خود امام ابوداؤد کا قول ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں۔ اس نے ابراہیم بن عبداللہ بن حسنؒ کے زمانے میں ایک سخت قسم کا فتویٰ دیا تھا۔ جس کی رو سے مسلمانوں کا خون بہانا جائز قرار دیا تھا۔ یزید بن زریعؒ کہتے ہیں یہ خارجی تھا اور مسلمانوں کے قتل کو جائز کہتا تھا۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ میزان ج ۳ صد ۲۳۶۔ مطبوعہ دار احیاء

کتب العربیہ۔

دوسرا راوی سہل بن تمام بن بزیع ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ اگرچہ سچا ہے۔ لیکن حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔ تقریب صد ۱۳۹۔ دارنشر الکتب الاسلامیہ۔

اس کا تیسرا راوی ابونضرہ ہے۔ جس کا نام منذر بن مالک ہے۔ یحیٰ بن معینؒ وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں۔ یہ ثقہ تو ہے لیکن کسی نے اسے حجت نہیں سمجھا ہے۔ عقیلیؒ اور ابن عدیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ گویا اس روایت کے تین راوی مشکوک ہیں۔

امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے ایک اور حدیث نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہمیں اس بات کا خطرہ پیدا ہوا کہ ہم پر آپ کے بعد مصائب نہ آئیں تو ہم نے حضورؐ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میری امت میں مہدی ہوگا جو پانچ یا سات یا نو سال حکومت کرے گا۔ اس کے پاس ایک شخص آکر کہے گا۔ اے مہدی مجھے بھی کچھ عطا کر۔ وہ اسے کپڑے میں اتنا مال بھر دیگا کہ وہ اسے اٹھا نہ سکے گا۔

ابن ماجہؒ کے الفاظ ہیں کہ میری امت میں مہدی ہوگا جو سات یا نو سال حکومت کرے گا۔ ان کے زمانہ میں اتنی نعمت ہوگی کہ لوگوں نے کبھی دیکھی نہ ہوگی۔ وہ لوگ آئندہ کے لئے ذخیرہ نہ کریں گے اور مال اس وقت ڈھیروں کی طرح ہوگا۔ ایک شخص آکر کہے گا کہ اے مہدی مجھے مال دے۔ وہ کہے گا لے لو۔

اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدریؓ سے ابوالصدیق الناجی نقل کرتے ہیں اور ان سے زید العمی۔ گویا دونوں روایات کے آغاز کے راوی ایک ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دونوں کے الفاظ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ زید العمی کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ۔ یعنی جو کچھ اس کے تخیل میں آتا ہے اسے حدیث بنا کر پیش کر دیتا تھا۔ اور

"دروغ گورا حافظہ نباشد" کے مصداق اسے سابقہ بیان کردہ الفاظ بھی یاد نہ رہتے تھے محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ ہرات کا قاضی تھا۔ اسکے باپ کا نام حواری ہے اور یہ ضعیف ہے۔ تقریب ص ۱۱۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ابو حاتمؒ کا قول ہے یہ ضعیف ہے۔ البتہ برائے تحقیق اس کی روایت لکھ لی جائے۔ یحیٰی بن معینؒ کہتے ہیں۔ یہ کوئی شے نہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں امام شعبہ نے جن جن لوگوں سے روایات لی ہے ان میں یہ سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۰۲، مطبوعہ دار احیاء کتب العربیہ۔

جہاں تک ابو الصدیق الناجیؒ کا تعلق ہے، وہ مشہور تابعی ہیں اور ان کا اسم گرامی بکر بن عمرو ہے۔ صحاح ستہ کے تمام مصنفین نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ لیکن ابن سعدؒ کہتے ہیں محدثین کو ان کی احادیث میں کلام ہے اور انہوں نے ان کی روایات کو منکر سمجھا ہے۔

یہ دونوں راوی تو ترمذی اور ابن ماجہ دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن ترمذی کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ جبکہ ابن ماجہ کے راویوں میں ایک اور راوی محمد بن مروان العقیلی بھی ضعیف ہے۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں یہ سچا ہے۔ لیکن ابو زرعہؒ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں، امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ گویا ترمذی کی روایت پر دو اعتراض اور ابن ماجہ کی روایت پر تین اعتراض ہیں۔

ابن ماجہ نے ایک اور روایت حضرت ثوبانؓ سے نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا ایک خزانہ حاصل کرنے میں تین شخص قتل ہو جائیں گے۔ اور تینوں خلیفہ کے بیٹے ہوں گے۔ نتیجتہً یہ خزانہ تینوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہوگا۔ پھر مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے ظاہر ہوں گے وہ تمہیں اس بری طرح قتل کریں گے کہ پہلے تمہیں اس طرح کسی نے قتل نہ کیا ہو۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اور بات فرمائی جسے میں محفوظ نہ رکھ سکا۔ (یعنی کلام کی بات محفوظ نہیں رہی) اور آخر میں فرمایا کہ جب تم اسے دیکھو تو بیعت کر لو۔ خواہ بیعت کے لئے تمہیں برف پر گھسٹ کر جانا پڑے۔ (کیا مہدی سائبیریا کے علاقہ میں ہوں

گے۔ کیونکہ عرب سے تو برف کا کوئی تعلق نہیں) کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہو گا۔

اوپر بھی متعدد روایات میں مشرق کا ذکر آچکا ہے۔ لیکن ہم یہ سمجھنے سے قاصر رہیں گے کہ مشرق کا تصور کس مقام سے کیا جائے گا۔ اگر مدینہ سے مشرق مراد ہے تو مدینہ کے مشرق میں عراق کا علاقہ ہے پھر تو مہدی کو عراق و ایران میں تلاش کرنا چاہیئے۔

جہاں تک سیاہ جھنڈوں کا تعلق ہے تو تاریخ اسلام میں سب سے پہلے سیاہ جھنڈے ابو مسلم خراسانی کے ساتھ آئے تھے۔ اور بنو امیہ کا قتل عام کیا گیا تھا۔ اور اتفاق سے منصور عباسی کے بیٹے کا نام بھی مہدی تھا۔ کہیں اس منصوبے کا تذکرہ تو نہیں ہو رہا ہے اور غالباً راوی اسی لئے درمیان کے الفاظ بھی بھول گیا ہے کہ کہیں یہ راز فاش نہ ہو جائے۔

اس کا راوی عبدالرزاق بن ہمام ہے۔ اس سے اگرچہ تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ لیکن اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ وہ شیعوں کے اس طبقے سے تعلق رکھتا ہے جسے رافضی کہا جاتا ہے۔ لوگوں میں جو یہ حدیث مشہور ہے کہ جب تم میرے ممبر پر معاویہؓ کو دیکھو تو قتل کر دو' اور یہ حدیث کہ میں نے خواب میں بنو امیہ کو ممبر پر بندروں کی طرح کودتے دیکھا تو مجھے ناگوار گزرا۔ جب پر سورۃ قدر نازل ہوئی۔ ان مہملات کا راوی بھی یہی عبدالرزاق ہے۔ یحیٰ بن معینؒ کہتے ہیں کہ اگر یہ عبدالرزاق مرتد بھی ہو جائے تب بھی ہم اس کی روایات ترک نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ بھی خود اس کے رافضی ہونے کے مقر ہیں۔ عباس بن عبدالعظیم العنبری کا قول ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں عبدالرزاق کذاب ہے۔ بلکہ واقدی کذاب اس سے زیادہ سچا ہے۔ امام عبداللہ بن المبارکؒ کے بھائی زید بن المبارکؒ فرماتے ہیں۔ میں نے اس سے ابتداء میں روایات لکھی تھیں۔ لیکن پھر سب کو جلا دیا۔ کیونکہ اس نے (خاکم بدہن) حضرت عمرؓ کو احمق قرار دیا تھا۔ یحیٰ بن معینؒ کہتے ہیں کہ عبدالرزاق تو عبیداللہ بن موسیٰ سے بھی زیادہ غالی قسم کا شیعہ ہے۔ میزان ج۔ ۲ صفحہ ۶۰۸۔ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ۔

یہ بھی محدثین کے نزدیک ایک مسلمہ اصول ہے کہ شیعہ راوی کی وہ روایت ہرگز قبول نہ

کی جائے گی جس سے اہل بیت کی فضیلت یا صحابہ کی برائی ثابت ہوتی ہو۔ یہی وجہ ہے جو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے اس روایت کو نظر انداز کیا۔ حالانکہ ان ہر دو حضرات نے عبدالرزاق سے اور موضوعات سے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں۔ یہ عبدالرزاق آخر میں نابینا ہوگیا تھا اور حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ نیجتہً حدیث بیان کرتا ہوتا اور کوئی سامع اپنی جانب سے کچھ الفاظ بولتا تو انہیں بھی حدیث میں داخل کر دیتا۔

ابن ماجہ نے ایک اور حدیث حضرت انسؓ بن مالک سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور اہل جنت کے سردار ہیں۔ یعنی میں، حمزہؓ علیؓ جعفرؓ، حسنؓ حسینؓ اور مہدی۔

گویا حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد، اسی طرح حارثؓ بن عبدالمطلب، زبیر بن عبدالمطلب اور دیگر چچاؤں کی اولاد جنت کی سردار نہیں۔ کیونکہ وہ عبدالمطلب کی اولاد نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ علیؓ و جعفرؓ کے بڑے بھائی عقیلؓ بن ابی طالب اور ان کی اولاد بھی عبدالمطلب کی اولاد ہونے سے خارج ہے۔ اسی لئے وہ جنت کی سردار نہیں۔ کم از کم مسلم بن عقیلؒ کو اس میں داخل کرنا چاہئے تھا۔ اور یہ بھی ہماری عقل میں نہیں آیا کہ حضرات زین العابدینؒ، باقرؒ، جعفرؒ، علی رضاؒ، موسیٰ کاظمؒ اور حسن عسکریؒ وغیرہ کیوں اولاد عبدالمطلب ہونے سے خارج ہوئے۔

اس کا ایک راوی علی بن زیاد الیمامی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ اس کا نام علی نہیں بلکہ عبداللہ ہے اور ابوالعلاء کنیت ہے اور یہ ضعیف ہے۔ تقریب صد ۲۴۴۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے۔

اس روایت کے مزید دو راوی ہدیہ بن عبدالوہاب اور سعید بن عبدالحمید بن جعفر بھی قطعاً مجہول ہیں۔ حتیٰ کہ ابن عدیؒ، ذہبیؒ اور ابن حجرؒ نے ان کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ کیا خبر کہ یہ دونوں ملک عدم سے وجود میں بھی آئے تھے یا نہیں؟

امام ابن ماجہؒ نے ایک اور روایت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے اور وہ مہدی کی حکومت قائم کریں گے۔

اہل مکہ اور اہل مدینہ بلا وجہ فکر میں مبتلا ہیں۔ لیکن ہاں یہ خطرہ ضرور ہے کہ کہیں وہ مشرق سے اپنے ساتھ مہدی کو پکڑ نہ لائیں۔

اس کا ایک راوی عمرو بن جابر الحضرمی ہے۔ اس کی کنیت ابو زرعہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں یہ حضرت جابرؓ سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں۔ یہ معتبر نہیں ہے۔ عبداللہ بن لہیعہ کا بیان ہے کہ انتہائی احمق تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ حضرت علیؓ بادلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس بیٹھا ہوتا اور کوئی بادل دیکھتا تو جھٹ کہتا کہ وہ حضرت علیؓ تشریف لے جا رہے ہیں یہ ایک احمق بوڑھا تھا۔ میزان ج ۳ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء کتب العربیہ۔

گویا یہ شیعوں میں سے فرقہ رجعیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ جن کے نزدیک مہدی کے بجائے حضرت علیؓ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ ایسی صورت میں مہدی سے حضرت علیؓ مراد ہوں گے۔

لطف یہ کہ عبداللہ بن لہیعہ جو یہ تمام لطیفہ نقل کر رہا ہے اور اسے احمق بھی قرار دے رہا ہے۔ پھر خود اس سے مہدی والی روایت بھی نقل کرتا ہے گویا وہ خود بھی حماقت کے ارتکاب میں اس سے پیچھے نہیں۔ اس عبداللہ بن لہیعہ کے بارے میں سخت اختلاف ہے بعض محدثین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں یہ ثقہ تھا لیکن اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور اس کی تمام بیاضیں جل گئیں۔ جس کے بعد اس کی احادیث میں غلط باتیں شامل ہو گئیں۔ اس لئے اس کے بعد کی تمام روایات ناقابل قبول ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے اس حادثہ سے قبل اس سے روایات سنی تھیں وہ قبول کی جائیں گی۔ حادثہ سے قبل روایات سننے والوں میں عبداللہ بن المبارکؒ، عبداللہ بن وہبؒ اور عبداللہ بن عمر القواریریؒ ہیں۔ اور اتفاق سے

اس روایت کو یہ حضرات نقل نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اسے نقل کرنے والا عبدالغفار بن ابی داؤد ہے اور اس نے آگ کے حادثہ کے بعد روایات سنی ہیں۔

اس کے برعکس محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ وہ ابتداء ہی سے ضعیف ہے۔ اس کے قائل امام یحیٰ بن سعید القطانؒ، امام بخاریؒ، امام نسائیؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ ہیں۔ ابوحاتمؒ کہتے ہیں۔ اس کی حدیث مضطرب ہوتی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں اس کی حدیث پر کوئی سند نہیں ہوتا۔ یحیٰ بن معینؒ کہتے ہیں وہ آگ لگنے سے پہلے بھی ضعیف تھا۔ اور بعد میں بھی ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں وہ غالی شیعہ ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ وہ ضعیف راویوں سے روایت کرتا اور پھر ان کے ناموں کو چھپاتا ہے۔ ابونعیمؒ کہتے ہیں اس کے گھر میں کوئی آگ نہیں لگی تھی وہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں میں نے اپنی کتاب میں اس سے صرف ایک روایت لی ہے کیونکہ وہ ضعیف ہے۔

یہ تو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایات کا حال ہے اور جو روایات بعد کے مصنفین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کا کیا حال ہوگا۔ انہیں انہی روایات پر قیاس کر لیجئے۔ اس قسم کی احادیث پر کیا کسی عقیدے کی بنیاد قائم کی جا سکتی ہے؟ کم از کم اس ناچیز کی عقل تو اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ بے شک بعض علماء کے نزدیک اس قسم کی متعدد روایات جمع ہو کر ظن کا فائدہ ضرور دیتی ہیں اور وہ ظن عمل کے جواز کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن عقیدے کے لئے احادیث صحیح متواترہ کا ہونا شرط ہے۔ حالانکہ ان میں سے ایک روایت بھی درجۂ صحت تک نہیں پہنچتی۔ اور عقیدے کے لئے ظن کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۔ یقیناً ظن حق میں کچھ کام نہیں آتا۔

بلکہ کفار کا ایک عیب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ان میں سے اکثر صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ظنیات پر عقیدے کی بنیاد قائم نہیں کی جا سکتی اور نہ بلا تحقیق

ہر روایت کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ۔ (اے ایمان والو جب تمہارے پاس کوئی بدعمل خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو کہیں تم کسی قوم پر حملہ کر بیٹھو اور بعد میں نادم ہو)

اس لیے امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں۔ یہ سندات کی تحقیق بھی دین ہے۔ تم اپنا دین حاصل کرنے سے قبل اس کی تحقیق کر لیا کرو کہ دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔

اس لیے ہم نے تمام روایات کا تجزیہ پیش کر دیا ہے اب قارئین خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ مہدی کا کوئی وجود ہے یا نہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی وہ دعا بھی یاد رکھئے جو آپ نے امیر معاویہؓ کے لئے فرمائی تھی۔ اے اللہ (اسے ہادی اور مہدی بنا دیجئے) اسے ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والا بنا دیجئے۔ اور اس کے ذریعے دوسروں کو ہدایت عطا کیجئے (ترمذی ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ قرآن محل) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور بلحاظ سند یہ حدیث گذشتہ تمام روایات سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس کے اکثر راوی بخاری کے راوی ہیں۔ بقیہ راوی مسلم کے راوی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ شرط مسلم پر صحیح ہے اور جب یہ روایت صحیح اور سابقہ تمام روایات ضعیف، منکر اور مردود ہیں تو کیوں نہ یہ تسلیم کیا جائے کہ اگر روئے زمین پر کوئی مہدی ہے تو وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اگر وہ اس منصب پر فائز نہیں ہو سکتے تو ان کے بعد کوئی اور مہدی نہیں۔ اس لئے میں اس حدیث کی بنا پر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ دراصل ہمارے مہدی امیر معاویہ ہیں اور وہ اس طرف فانی سے کوچ فرما چکے۔ اب کوئی آنے والا مہدی باقی نہیں رہا۔

اگر مہدی سے مراد لغوی معنی ہیں۔ یعنی ہدایات یافتہ۔ تو اس معنی کے لحاظ سے ہزاروں مہدی گذر چکے ہیں اور آئندہ بھی برابر آتے رہیں گے۔ بلکہ وہ ایک وقت میں سینکڑوں کی تعداد میں بھی ہو سکتے ہیں، خواہ ان کا نام محمد ہو یا عبداللہ یا یزید نام سے کچھ بھی فرق واقع نہ ہوگا۔

اور نہ ان کی صرف آمد سے امت مشکلات سے عہد برآ ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس کا واحد علاج صرف یہ ہے کہ سب پکے مومن بن جائیں اور باہم متحد ہو جائیں۔ ورنہ اگر ایسی صورت میں مہدی بھی ظاہر ہو گئے تو اس امت کے اکثر افراد انہیں بھی قبول نہ کریں گے بلکہ ہر فرقہ انہیں اپنے مسلک کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے گا۔ اور ممکن ہے کہ وطنیت اور صوبائیت کے پیش نظر بھی ان کی مقبولیت اور عدم مقبولیت پر ایک نئی بحث اور نئے فتنے کا دروازہ کھل جائے اور پھر یہ فتنہ مختلف قسم کے فتنوں کو جنم دے۔ ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ اگر وہ پیدا ہو چکے ہیں تو اپنے ظہور کے تخیل سے باز رہیں اور اگر ابھی عالم وجود میں تشریف نہیں لائے تو اللہ سے ہماری دعا ہے کہ وہ کبھی تشریف نہ لائیں۔ تاکہ امت مزید نئے فتنوں سے دوچار نہ ہو۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ کچھ ضعیف روایات اس قسم کی بھی پائی جاتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی حضرت عباسؓ کی اولاد سے ہوں گے۔ ان تمام امور کے برعکس امام ابن ماجہؒ حاکمؒ اور ابن عبدالبرؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔

لا مھدی الا عیسٰی بن مریم

عیسٰی بن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں۔

اگرچہ یہ روایت بھی درجۂ صحت تک نہیں پہنچتی۔ لیکن جب ضعیف روایات ہی کا سہارا پکڑنا ہے تو کیوں نہ اس روایت کا سہارا پکڑا جائے۔ ہمارے نزدیک یہ تمام روایات ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ ان میں سے کسی روایت پر بھی عقیدے کی بنیاد قائم نہیں کی جا سکتی۔

اسلام سے قبل یہود و النصاری اس بات کے مدعی تھے کہ ایک آنے والا آنے کا اگرچہ اس آنے والے سے مرادِ حضورؐ کی ذاتِ اقدس تھی۔ اور وہ آچکی۔ لیکن چونکہ یہود و نصاریٰ نے حضورؐ کی نبوت کا انکار کیا۔ اس لئے وہ آج تک ایک آنے والے کے منتظر ہیں۔

ان کی دیکھا دیکھی سب سے پہلے سبائی فرقہ اس کا قائل ہوا کہ حضرت علیؓ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ فرقہ کیسانیہ اس کا قائل ہے کہ محمد بن حنیفہؒ زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

تیسرا گروہ اس کا قائل ہے کہ آنے والا اولادِ عباسؓ سے ہوگا۔

ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ آنے والا اولادِ حسنؓ سے ہوگا۔

ایک اور گروہ اسے اولادِ حسینؓ سے بیان کرتا ہے۔

ایک فرقہ اسے حسنی اور حسینی بیان کرتا ہے۔

ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ صرف حضرت عیسٰی علیہ السلام تشریف لائیں گے اس لئے کہ ان کی آمد کا تذکرہ متعدد احادیث میں روایت کیا گیا ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عربی زبان میں مہدی ہر ہدایت یافتہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ کسی مخصوص شخص کا لقب نہیں۔ اور نہ قرآن و سنت میں یہ لفظ کسی مخصوص شخص کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ بلکہ ہم جہاں تک احادیث صحیحہ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عربیت کے لحاظ سے اسے عام طور پر استعمال فرمایا ہے اور اسکا ثبوت

ے یہ نقطہ نظر عام اہل سنت کا ہے لیکن بعض محققین اس آیت قرآنی کے پیش نظر "وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ" (اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا۔ بھلا اگر تم مرجاؤ تو کیا یہ ہمیشہ جیتے رہیں گے) الانبیاء آیت ۳۴ — اور بہت سے دوسرے دلائل کی بنا پر حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی کے قائل نہیں ہیں۔

نوٹ : اس مضمون پر ہماری کتاب "انتظار مہدی و مسیح" بہت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ۔ ادارہ

وہ مشہور حدیث ہے جو حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن ذی الخلصہ کو گرانے کے لئے بھیجا جو کعبہ یمانیہ کہلاتا تھا۔ تو حضرت جریرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ جریرؓ کا بیان ہے کہ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ حتیٰ کہ آپ کی انگلیوں کے نشان میرے سینے پر نظر آنے لگے اور فرمایا۔ اے اللہ اسے گھوڑے پر ثابت رکھ۔ اور اسے ہادی اور مہدی بنا دے۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۴

سنن کی مشہور حدیث ہے۔ میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس حدیث میں آپ نے لفظ مہدی کو جمع کے طور پر استعمال کیا ہے اور خلفاء راشدین کو مہدی قرار دیا ہے۔ جس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی بہت سے ہوں گے۔ وہاں یہی ہوتا ہے کہ ہر وہ خلیفہ جو ہدایت پر گامزن ہو وہ خلیفہ راشد بھی ہے اور مہدی بھی ہے اور امیر معاویہؓ اس میں بدرجہ اولیٰ داخل ہیں کیونکہ ان کی مہدیت کے لئے حضورؐ نے دعا فرمائی۔ اسی طرح حضرت جریرؓ بن عبداللہ بھی مہدی ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی مہدی ہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے تمام صحابہ کرام مہدی ہیں۔

تعجب تو یہ ہے کہ جس طبقہ فکر میں ہزاروں اور لاکھوں مہدی گذر چکے ہوں اور ان کی زندگی کا نمونہ ان کے سامنے موجود ہو۔ پھر بھی وہ ایک خیالی مہدی کے تصور میں سرگرداں ہو۔ تو اس سے بڑھ کر حیرت کا مقام کیا ہوگا۔

فتنۂ مہدویت

مسئلہ انتظار مہدی تاریخ کے مختلف ادوار میں ہمیشہ ایک نئے فتنہ کی صورت میں سامنے آیا ہے اس سلسلہ میں سینکڑوں مدعیان مہدویت کے نام اور حالات پیش کیے جا سکتے ہیں جن کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ کہ ظہور مہدی کے فتنہ کا بانی کونسا فرقہ ہے اور اس کے پس پشت کون سی سازش کارفرما تھی۔ یہ عقیدہ پھیلانے والے کون لوگ تھے۔ اور ان کے مقاصد کیا تھے؟

لیکن طوالت سے بچنے کے لیے ہم ان چند مدعیان مہدویت کا اجمالی طور پر تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے اولاً مہدویت کا دعویٰ کیا اور منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے نبوت تک پہنچے یا انہوں نے تاریخ میں کوئی اچھا یا بد کردار ادا کیا۔ عہد اول سے لے کر آج تک جن لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ لیکن ان میں سے جن بعض کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی ہے ان کی بھی تعداد چالیس سے قطعاً کم نہیں ہے۔

مغیرۃ بن سعید عجلی (۱): یہ تاریخ اسلامی کا سب سے پہلا مہدی ہے۔ یہ شخص والی کوفہ خالد بن عبداللہ القسری کا غلام تھا۔ یہ مغیرہ عقیدہ کے لحاظ سے غالی قسم کا رافضی اور اوّل درجہ کا بدقماش تھا۔ اس نے اولاً مہدویت کا ڈھونگ رچایا۔ پھر نبوت کا دعویدار بن بیٹھا

تاریخ اس معاملہ میں خاموش ہے کہ یہ کب پیدا ہوا۔ اور کہاں پیدا ہوا۔ جادو ٹونے کا ماہر تھا۔ شعبدہ کے طور پر مختلف چیزوں میں آگ لگا دیتا۔ اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کرتا۔ یہ دعویٰ کیا کرتا تھا کہ میں مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں۔ حضرت علیؓ اور ان کے گھر والوں کے علاوہ تمام صحابہ کو کافر کہتا تھا۔ جب اس کا مالک خالد بن عبداللہ القسری عراق کا گورنر بنا تو اس نے اس مغیرہ

کو گرفتار کرا کر زندہ جلوا دیا۔

عبدالاعلیٰ بن ابی المساور کا بیان ہے کہ میں نے مغیرہ بن سعید الکذاب کو خود یہ کہتے سنا کہ قرآن میں جو یہ آیت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ۔	اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور ذوی القربیٰ کو مال دینے کا حکم دیتا۔ اور فواحشات اور منکرات سے روکتا ہے۔

اس میں عدل سے مراد علیؓ احسان سے مراد فاطمہؓ۔ ایتاء ذی القربیٰ سے مراد حسنؓ و حسینؓ اور فحشاء و منکر سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں (اتفاق سے رافضیوں نے اپنی اپنی تفاسیر میں یہی کچھ بیان کیا ہے)

جریر بن عبدالحمید کا بیان ہے۔ کہ مغیرہ اوّل درجہ کا جھوٹا اور جادوگر تھا۔ جوزجانی کہتے ہیں اسے دعوائے نبوت کے سبب قتل کیا گیا۔ یہ بطور شعبدہ مختلف چیزوں میں آگ لگا دیتا۔ جس کے باعث اہل عراق کا ایک بہت بڑا گروہ اس پہ ایمان لے آیا۔ یہ دریائے فرات کے پانی کو متبرک سمجھتا۔ اور اسے زمزم پر ترجیح دیتا۔

امام اعمش کا قول ہے کہ میں نے اس سے سوال کیا۔ کیا حضرت علیؓ مردوں کو زندہ کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر حضرت علیؓ چاہتے تو قوم عاد اور قوم ثمود کو بھی زندہ کر دیتے۔ میں نے اس سے سوال کیا تو نے یہ باتیں کہاں سے حاصل کیں؟ کہنے لگا میں چند اہل بیت (یعنی اولاد علیؓ) کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے مجھے پانی پلایا۔ جس سے مجھے یہ سب باتیں معلوم ہو گئیں۔

یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے صرف پانی پلایا۔ ورنہ کلبی کا بیان تو یہ ہے کہ ان اہل بیت نے میرے منہ میں تھوک دیا تھا جس سے مجھے علم حاصل ہوا۔

اعمش کا بیان ہے کہ یہی سب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو برملا

برا کہنا شروع کیا۔ ایک بار یہ ابو جعفر باقر کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے اس کی باتیں سنکر فرمایا اللہ اور اس کا رسول مغیرہ کی باتوں سے بیزار ہے۔ اور یہ مغیرہ اور بیان بن سمعان دونوں ہمارے گھر والوں کے نام سے جھوٹ بولتے ہیں۔

فضیل بن مرزوق شیعی کا بیان ہے کہ ایک بار یہ مغیرہ ابراہیم بن الحسن بن الحسن کی خدمت میں گیا۔ ان کا بیان ہے کہ میں جوان تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا۔ اول تو اس نے میری قرابت اور میری مشابہت رسول کا تذکرہ کیا اور پھر اپنی کچھ امیدیں وابستہ کر کے ان کا تذکرہ کیا۔ اور پھر ابو بکرؓ و عمرؓ پر لعنت بھیجی۔ میں نے یہ کہہ کر کہ اے اللہ کے دشمن میرے سامنے یہ حرکت؟ اور میں نے اس کا اتنا گلا گھونٹا کہ اس کی زبان باہر آگئی۔

امام اعمش کا بیان ہے کہ ایک بار مغیرہ میرے پاس آیا۔ اور میرے سامنے انبیاء کا تذکرہ کر کے حضرت علیؓ کو ان پر فضیلت دی۔ اور کہنے لگا۔ حضرت علیؓ جب بصرہ میں تھے تو ایک نابینا ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے اس کی بینائی واپس آگئی۔ پھر حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا۔ کیا تو کوفہ دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں (حالانکہ اس وقت تک حضرت علیؓ نے بھی کوفہ نہ دیکھا تھا) کوفہ اٹھ کر اس شخص کے سامنے چلا گیا۔ حتیٰ کہ جب اس شخص نے کوفہ اچھی طرح دیکھ لیا۔ تو حضرت علیؓ نے کوفہ کو واپس چلنے کا حکم دیا۔ اعمش کہتے ہیں۔ میں نے سنکر کہنا شروع کیا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ وہ یہ سن کر اٹھ کر چلا گیا۔

قاری ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے کہ جب یہ مغیرہ اور اس کے مریدین گرفتار کر کے خالد بن عبد اللہ قسری کے سامنے لائے گئے تو میں وہاں موجود تھا۔ خالد نے اس کے ایک مرید کو قتل کر کے اس مغیرہ سے کہا کہ اپنے اس ساتھی کو زندہ کر لو۔ میں اللہ کی قسم اسے زندہ نہیں کر سکتا۔ پھر خالد نے ایک دہکتی لکڑی منگائی اور اس سے کہا کہ اس لکڑی کو سینے سے لگاؤ۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس کا ایک مرید آگے بڑھا۔ اور اس نے اس لکڑی کو سینے سے لگا

لیا۔ اس پر خالد نے ہنس کر کہا۔ تیرے گروہ کی سرداری کے لائق تو یہ شخص تھا۔ تجھے ان احمقوں نے کیسے اپنا بڑا بنا لیا۔ اس کے بعد خالد نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اس کا یہ قتل سنہ ۱۱۹ھ میں واقع ہوا۔ قتل کے بعد خالد نے اسے آگ میں ڈلوا دیا۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۹۰)

ابن حزم کہتے ہیں کہ شیعوں کا ایک فرقہ جسے عاریہ کہا جاتا ہے اس مغیرہ بن سعید کی نبوت کا قائل ہے۔

(۲)
بیان بن سمعان :- یہ بھی مغیرہ کا ہم عصر تھا۔ اور مذہباً کٹر رافضی تھا۔ اس نے اولاً مہدی ہونے کا دعویٰ کیا پھر نبی بنا۔ اور اس کے بعد اپنی الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اس کا قول تھا کہ اللہ حضرت علیؓ میں حلول کیے ہوئے تھا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ میں حلول کیا۔ پھر محمد کے صاحبزادے ابو ہاشم میں حلول کیا۔ اب اللہ مجھ میں حلول کیے ہوئے۔ اس نے باقر کو بھی اپنی نبوت کی دعوت دی تھی۔

یہ بیان بنو تمیم سے تعلق رکھتا تھا۔ سنہ ۱۰۰ھ کے بعد اس نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ بیان الزندیق کے لقب سے مشہور ہے۔ اسے بھی خالد بن عبد اللہ القسری نے قتل کرا کے آگ میں ڈلوا دیا۔ (میزان ج ۱ ص ۳۵۷)

(۳)
ابو منصور عجلی :- اولاً یہ جعفر بن محمد کا پیروکار تھا۔ رافضی عقائد اختیار کرنے کے باعث جعفر نے اسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کی ایک جماعت تیار کی اور اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر نبی بن بیٹھا۔ یہ بھی اپنی دکان چمکانے کے لیے صحابہ کو کافر کہا کرتا تھا۔ ہشام بن عبدالملک کے دور میں عراق کے والی خالد بن عبد اللہ القسری نے قتل کرایا۔

(۴)
جعد بن درہم :- اس کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑا گمراہ

اور بدعتی تھا۔ اس نے اولاً مہدویت کا دعوی کیا۔ پھر قرآن کے مخلوق ہونے کا دعوی کیا۔ آخر میں اس نے یہ دعوی کیا کہ یہ جھوٹ ہے کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو دوست بنایا اور موسیٰؑ سے کلام کیا۔ اس نے یہ دعوے اولاً دمشق میں کئے۔ لیکن جب اموی حکومت نے اس کی گرفتاری کے آرڈر جاری کئے۔ تو یہ بھاگ کر کوفہ پہنچ گیا۔ یہاں سنہ ۱۲۴ھ میں خالد بن عبداللہ القسری نے اسے گرفتار کرالیا۔ یہ جعد بن درہم بقرعید کے روز صبح کے وقت گرفتار ہو کر پہنچا۔

خالد بن عبداللہ اس قیدی کو لے کر عیدگاہ گیا۔ اور نماز کے بعد خطبہ دیا۔

اے لوگو آج عید الاضحیٰ ہے۔ تم اپنی اپنی قربانیاں بارگاہِ الٰہی میں پیش کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قربانیاں قبول فرمائے۔ میں اس کی بارگاہ میں جعد بن درہم کی قربانی پیش کروں گا۔ جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو دوست بنایا اور نہ کسی سے کلام کیا۔ اللہ کی ذات اس بکواس سے بہت بلند ہے۔

پھر خالد منبر سے نیچے اترا۔ اور جعد کو پکڑ کر عین منبر کے نیچے ذبح کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۲۴ھ میں پیش آیا۔ میزان ج ۱ ص ۳۹۹۔ سیرۃ الرسول محمد بن عبدالوہاب ص ۲۲۴۔

اسی لئے بیچارے خالد کو ظالم اور ناصبی مشہور کیا گیا۔ اور غالباً اسی باعث اموی حکومت بھی بدنام کی گئی۔ کہ انہوں نے رافضیوں کی اس قسم کی سازش کو پنپنے نہیں دیا۔

صالح بن طریف (۵) : یہ نسلاً یہودی تھا۔ اندلس کے قلعہ برباط میں پیدا ہوا۔ جوان ہوا تو عبیداللہ معتزلی کی شاگردی اختیار کی۔ جادو ٹونے میں مہارت حاصل کی سنہ ۱۲۵ھ میں مہدی اکبر اور سنہ ۱۲۷ھ میں اپنی نبوت کا دعوی کیا۔ بہت دنیا گمراہ ہوئی۔ اور سینتالیس سال تک ان لوگوں پر اس نے حکومت کی۔ آخرکار سنہ ۱۷۴ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بربر کے علاقے میں اس کا گروہ ایک طویل عرصہ تک قائم رہا۔ اس کے بعد اس کا ایک بیٹا نبی بن کر بیٹھ گیا۔ ابن حزم کا بیان ہے کہ ۴۰۰ھ کے بعد اب بھی اس کے ماننے والے اس کی دوبارہ دنیا میں آمد کے منتظر ہیں۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۷۱۔

عبداللہ بن میمون الاہوازی (۶) :۔ مہدویت اور نبوت کا مدعی عبداللہ بن میمون

اہوازی کوفہ کے قریب ایک مضافاتی لبستی اہواز میں پیدا ہوا۔ جعفر صادق اور ان کے بیٹے اسماعیل کی خدمت میں ایک طویل عرصہ گزارا۔ اسماعیل کی وفات کے بعد ان کے بیٹے محمد کی خدمت میں مصروف رہا۔ محمد کے انتقال کے بعد ان کے غلام مبارک کو اپنی دعوت کے لیے کوفہ روانہ کیا۔ جب ایک حلقہ تیار ہوگیا۔ تو وہاں پہنچ کر اسماعیلی مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ جب لوگوں کا اعتماد بڑھ گیا تو اپنی مہدویت کا اعلان کیا۔ اس کا باپ مجوسی تھا۔ جس نے باطنی فرقہ قائم کیا تھا۔ عبداللہ نے اپنے باپ کے مذہب مجوسیت کو ترک کر کے اسماعیلی فرقہ کی دعوت کا آغاز کیا۔ شریعت کی پابندیوں کو ختم کر کے اپنی خود ساختہ شریعت کی بنیاد رکھی۔ جب مسلمان اس کے مقابلے کے لئے اٹھے تو بھاگ کر رَے چلا گیا۔ اور وہیں سن ۱ـــ میں مرگیا۔

(۷) ابن سبا : یہ عبداللہ بن سبا ہے۔ تاریخ کا مشہور زمانہ کردار۔ یہ نسلاً یہودی تھا۔ منافقانہ طور پر مسلمان ہوا اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جال پھیلاتا رہا۔ اس نے اپنے مہدی ہونے کا دعوی کیا۔ تاریخ اسلامی میں رونما ہونے والے تمام فتنوں کا یہی ذمہ دار ہے۔ اسی نے خلافت علیؓ کا مسئلہ اٹھایا۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف اسی نے تحریک چلائی۔ اسی نے سب سے اول حضرت علیؓ کی الوہیت کا عقیدہ پیش کیا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو حضرت علیؓ نے جہنم واصل کیا۔

(۸) مہدی احمد کیال : فارسی عربی کا بڑا مقرر اور انشاپرداز احمد کیال بلخی بھی مہدویت کے چکر میں مبتلا ہوا۔ اور اپنی سحر بیانی کے بل بوتے پر لوگوں کو گمراہ کرتا رہا۔ اس نے بھی ایک طویل عرصہ تک مہدویت کا ڈھونگ رچائے رکھا۔ مورخین لکھتے ہیں اتنا بلند پایہ مقرر تاریخ کے کسی دور میں نہیں پایا گیا۔ یہ اپنے دعوے پر ایسے دلائل پیش کرتا کہ سننے والے انھیں ماننے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ مرتے دم تک لوگوں میں زہر پھیلاتا رہا۔ لیکن اس کی موت کے بعد اس کی جماعت قائم نہ رہ سکی۔ اس کی جائے پیدائش اور وفات کے بارے میں تاریخ قطعاً خاموش ہے۔

..کوفہ کے ایک چاہ کن کا بیٹا تھا۔ بیل کی سواری کا

حمدان بن الاشعث قرمط (۹): شوقین تھا۔ اسی باعث لوگ اسے قرمیطہ کہتے تھے جس کا معرب قرمطا ہے۔ اس نے سنہ ۲۷۵ھ میں مہدویت کا دعویٰ کیا۔ احکام شریعت توڑ کر نئے احکامات جاری کیے۔ نماز اور اذان وغیرہ ہر شئے کو تبدیل کر دیا۔ جب اس حمدان کی جماعت میں اضافہ ہو گیا تو اس نے بارہ نقیب متعین کیے جو مختلف اسلامی ممالک میں اس کی دعوت پر مامور کیے گئے۔

کوفہ کا گورنر ہیصم اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن ہیصم کی لونڈی نے اسے فرار میں مدد دے کر رہا کرا دیا۔ اس کے بعد یہ خود تو ڈر کے مارے روپوش ہو گیا۔ لیکن اس کا قرمطی فرقہ دنیا بھر میں اپنی تحریک پھیلانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے پیروکاروں نے مشہور کر دیا کہ قرمط کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا ہے۔

یحییٰ بن مہدی (۱۰): سنہ ۲۸۱ھ میں ایک شخص یحییٰ بن مہدی نامی بحرین سے آ کر حمدان بن اشعث کے مکان میں ٹھہرا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ مجھے امام مہدی غائب حمدان بن اشعث نے اپنا نائب متعین کیا ہے۔ عنقریب وہ خود بھی ظاہر ہوں گے۔ یحییٰ کا میزبان علی بن معلی غالی رافضی تھا۔ اس نے اس کے دعوے کو لوگوں میں پھیلانے کا ذمہ لیا پھر تھوڑے ہی روز میں اس نے شہرت حاصل کر لی۔ لیکن یہ تمام شہرت ابوسعید کی نذر ہو گئی۔

ابوسعید جنابی قرمطی (۱۱): ابوسعید جنابی قرمطی نے جب یہ دیکھا کہ یحییٰ بن مہدی اپنی سیاست میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ یحییٰ کو اپنی طرف مائل کرے۔ تاکہ کسی طریقے سے اسے ٹھکانے لگایا جا سکے۔

ابوسعید کی بیوی یحییٰ بن مہدی سے حیا سوز حرکات کرنے لگی۔ جب حاکم قطیف کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے یحییٰ بن مہدی کو گرفتار کر کے اس کی داڑھی منڈوا دی۔ اور مار پیٹ کر وہ

شرم کے مارے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جس کے بعد ابو سعید نے ۲۸۱ھ میں باقاعدہ اپنی مہدویت کا دعویٰ کیا۔ اور ایک سال کے اندر اندر ایک اسلامی شہر ہجر پر قبضہ کیا جو آگے چل کر ایسے گمراہوں کا مستقل مرکز بن گیا۔ بالآخر ۳۰۱ھ میں یہ شخص اپنے غلام صقلبی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس غلام نے قرمطی خاندان کے کئی ایسے سرکردہ لوگوں کو دھوکے سے قتل کیا۔ جن کے بارے میں اسے شبہ تھا کہ وہ مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ لیکن اس بیچارے کی ان کوششوں کے باوجود لگاتار مہدی پیدا ہوتے رہے۔

(۴۲) **ابوطاہر قرمطی:** یہ ابوسعید جنابی قرمطی کا بیٹا اور جانشین ہے جسے ہلاک کرنے کا اعزاز اس کے خادم نے حاصل کیا تھا۔ ابوسعید تو ۳۰۱ھ میں مارا گیا تو اس کا بیٹا ابوطاہر سلیمان قرمطی اس کا جانشین بنا۔ اور جو ظلم و ستم باپ سے رہ گئے تھے۔ وہ بیٹا انجام دینے لگا۔ ابوطاہر گمراہ خاندان کا ایک فرد تھا۔ باپ دادا مہدویت کے دعویدار چلے آرہے تھے۔ اس نے بھی کچھ عرصہ تک مہدویت کا لبادہ اوڑھے رکھا۔ لیکن یہ دعویٰ اسے کچھ زیادہ پسند نہیں آیا۔ چنانچہ اس نے مہدویت کے بعد نبوت اور ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ اس کا اقتدار پر قبضہ مسلمانوں کے لیے بہت تباہ کن ثابت ہوا۔ یہ ایک خطرناک گروہ کا فرد تھا۔ لیکن اس کے سنگدلانہ اقدامات نے ظلم و ستم کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ ڈالے اور اس کے مظالم کے سامنے ہلاکو اور چنگیز خان کی بربریت بھی ہیچ نظر آنے لگی۔ اسلام کو فتنہ تاتار سے بھی وہ نقصان نہیں پہنچا جو اس باطنی تحریک کے علمبرداروں کے ہاتھوں اٹھانا پڑا۔

۳۱۲ھ میں مکہ معظمہ سے حاجیوں کا ایک قافلہ واپس آرہا تھا۔ راہ میں ابوطاہر قرمطی کے حکم پر قرمطی فوج نے اس قافلہ کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور قافلہ میں شامل تمام افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس حادثہ نے اتنی دہشت طاری کی کہ اگلے سال لوگ حج پر نہ جا سکے۔ کیونکہ کسی کی جان محفوظ نہ تھی۔

ابوطاہر نے مسلمانوں کے متعدد علاقوں پر بزور شمشیر قبضہ کرنے کے بعد بلاد اسلامیہ

خلافت بغداد کو للکارا۔ مسلمان اس کے نام سے کانپنے لگے۔ خلافت بغداد کا حال خود پتلا تھا۔ اس لئے ابو طاہر کی سرکوبی کے لیے کوئی بڑی کاروائی نہ ہو سکی۔ ابو طاہر نے اپنے صدر مقام ہجیرہ میں ایک مسجد بنوائی۔ جس کا نام دار الہجرت رکھا۔ پھر جب مکمل ہو گئی تو اس پر یہ جنون سوار ہو گیا کہ مسلمانوں سے اپنے دار الہجرت کا حج کرائے۔ اس مقصد کے تحت اس نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی ترکیب سے حجر اسود اکھاڑ کر مکہ سے لایا جائے۔ اور دار الہجرت میں نصب کیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کو اس کی کشش یہاں کھینچ لانے کا ذریعہ ثابت ہو۔

بیت اللہ پر حملہ

اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ابو طاہر نے فوج کی تنظیم نو کی۔ اور فوجی بھرتی میں اضافہ کیا۔ اپنی طاقت میں کئی گنا اضافہ کرنے کے بعد اس نے ۳۱۷ھ کو وہ مجرمانہ قدم اٹھایا کہ زمین و آسمان لرز کر رہ گئے۔ عرش الٰہی کانپ گیا۔ وہ اپنے صدر مقام الہجرہ سے ایک لشکر جرار کے ساتھ چلا۔ اور چند روز بعد مکہ معظمہ کے باہر جا پہنچا۔ اہل شہر نے اسے کعبۃ اللہ پر حملے سے روکنے کی کافی کوشش کی۔ اور حتی المقدور مقابلہ کیا لیکن ان کی کوشش کارگر نہ ہو سکی۔

چنانچہ وہ روندتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا۔ اور راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو روندتا ہوا آگے بڑھا۔ اور کعبۃ اللہ کے قریب جا پہنچا۔ اس شہر کا امن و امان تہ و بالا ہو گیا۔ انسان گاجر مولی کی طرح کاٹ دئے گئے۔ اس نے شہر میں قتل عام کا حکم دیدیا۔ اس کے حکم پر ابھی یہ قتل عام جاری تھا کہ اس نے اپنی بدبختی کا مزید مظاہرہ کیا کہ اپنے گھوڑے پر سوار ننگی تلوار لئے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوا۔ اور بڑی بے دردی سے نمازیوں کے قتل عام کا حکم دیدیا پہلے ہی حملہ میں ایک ہزار نمازی شہید کر دئے گئے۔

پھر اس سنگدل انسان نے انسانوں کے قتل عام ہی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ خانہ کعبہ

کی مزید بے حرمتی پر کمر باندھ لی۔ اس نے مسجد حرام ہی میں شراب منگوا کر پی۔ اس کی حرکت پر نیم مردہ مگر زندہ دل مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ تو اس نے اپنے سدھائے ہوئے گھوڑے کے سامنے سیٹی بجائی۔ تو اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ شہر مکہ میں جو زندہ انسان نظر آئے اسے بلا تامل موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ شاہ عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ" میں تحریر کیا ہے کہ اس غارت گری میں تیس ہزار حجاج شہید ہوئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس قتل عام کے دوران علی بن بابویہ نامی ایک شخص نے طواف جاری رکھا۔ اس جرم کی پاداش میں ہزاروں قرمطی اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور توحید کے اس پروانے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

اس کے بعد ابو طاہر قرمطی نے باقی رہ جانے والے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا۔

اے گدھو" تم کہتے تھے یہ اس کا گھر ہے۔ اب وہ اس کیا ہوا؟ ہم نے جو چاہا کیا جسے چاہا زندہ رکھا، اور جسے چاہا پکڑ کر مار دیا۔ اس کے بعد امیر مکہ ابو مخلب شرفاء شہر کا ایک وفد لے کر قرمطی کے پاس آیا۔ اور اللہ کے نام پر باقی ماندہ حاجیوں کی جان بخشی کی اپیل کی۔ مگر ابو طاہر نے ان شرفائے شہر کی سفارش قبول کرنے کے بجائے ان سب کو بھی قتل کرا دیا۔ یہ نہ سمجھئے کہ قتل عام ہوتا رہا اور مکہ کے مسلمان خاموش تماشائی بنے رہے۔ قتل عام بھی جاری رہا اور مسلمانان مکہ نے بھی ہمت نہ ہاری، وہ کٹتے رہے مرتے رہے۔ مگر کب تک لڑتے۔ کتنے لوگ مرتے۔ شہداء کی لاشوں سے گلی کوچے بھر گئے۔ اب چند ہی نفوس باقی تھے جو مرنے مارنے پر تلے ہوئے تھے۔ جب ان کی مزاحمت کم ہوئی تو ابو طاہر کے اشارے پر اس کی فوج نے بیت اللہ کا دروازہ توڑ دیا۔ ابو طاہر نے آگے بڑھ کر غلاف کعبہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ایک شخص کعبہ کی چھت پر چڑھا اور میزاب کو نکالنا چاہا۔ ایک مسلمان قیدی کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ اے اللہ آپ کتنے حلیم ہیں کہ یہ سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ اچانک وہ شخص نیچے گرا۔ اور اس کا دماغ پاش پاش

ہو گیا۔ دوسرا شخص اوپر چڑھا لیکن وہ بھی نیچے گر کر ختم ہوا۔ الغرض اسی طرح سات شخصوں نے میزاب اکھاڑنے کی کوشش کی۔ لیکن سب کا یہی حشر ہوا۔

ابو طاہر نے بیت اللہ کے اس خزانے پر بھی قبضہ کر لیا۔ جس کے بارے میں روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ اسے امام مہدی مسلمانوں میں تقسیم کریں گے۔ امام مہدی کو نہ تو آنا تھا اور نہ آئے لیکن ایک رافضی مہدی نے وہ خزانہ اپنے فوجیوں کے حوالے کر دیا ـــــ روایات کا یہ حصہ کہ وہ خزانہ جو زمانہ جاہلیت سے محفوظ چلا آ رہا ہے اور سلاطین اسلامیہ جس میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔ امام مہدی آکر اسے تقسیم کریں گے۔ یہ تصور اس واقعہ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ اگرچہ اس تصور پر ہمارے ملّا اب بھی ایمان رکھتے ہیں تو انھیں یہ بھی تسلیم کرنا ہو گا کہ ابو طاہر قرمطی امام مہدی تھا کیونکہ اس نے وہ تمام حرکات انجام دیں جو امام غائب آکر انجام دیں گے۔

ابو طاہر کئی روز تک اس پتھر کو تلاش کرتا رہا۔ جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نقش پا ہے اس کی تلاش کے لیے اس نے بہت سوں کا خون بہایا۔ لیکن کسی نے نہیں بتایا کہ وہ پتھر کہاں ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اس پتھر کو خادمان کعبہ نے وہاں سے نکلوا کر مکہ معظمہ کی گھاٹیوں میں لے جا کر چھپا دیا تھا۔ یہ واقعہ ۷ ذی الحجہ ۳۱۷ھ کو پیش آیا۔

مورخین کہتے ہیں کہ ابو طاہر چھ روز یا گیارہ روز مکہ مکرمہ میں رہا۔ اور ان تمام دنوں میں اللہ کے گھر میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ابو طاہر کے حکم سے قبہ زمزم بھی گرا دیا گیا۔ اس کے بعد وہ حجر اسود اکھاڑ کر اپنے دارالحکومت ”دارالہجرہ“ لے گیا۔ حجر اسود کو اس نے اپنی دارالہجرہ کی مسجد کے مغربی دروازے کے قریب نصب کرا دیا۔ اور مکہ معظمہ میں حجر اسود کی جگہ خالی رہ گئی۔

اس کے بعد ابو طاہر نے اپنی قلمرو میں عبید اللہ المہدی رافضی کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ چونکہ فریضہ حج کے لیے امن کا ہونا شرط ہے۔ لیکن اس حادثہ کے بعد ابو طاہر کی سفاکی کی وجہ سے امن مفقود ہو چکا تھا۔ اس لئے دس سال تک مسلمان حج بیت اللہ کی سعادت سے محروم رہے۔ چنانچہ

۳۱۷ھ سے ۳۲۷ھ تک مسلمان قیام امن کے منتظر رہے۔ لیکن امن قائم ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ اور ہر سال مسلمانوں کو مایوسی ہوتی رہی۔

آخر کار ابو طاہر کے ایک دوست ابو علی عمر بن یحییٰ نے ۳۲۷ھ میں سفارش کی کہ ہر حاجی سے پانچ دینار فی اونٹ محصول لے کر حج کی اجازت دی جائے۔ اس تجویز کو ابو طاہر نے بھی پسند کیا۔ اور اس طرح حجاج کو آزادی کے ساتھ حج کرنے کا موقع مل گیا۔

یہ پہلا ٹیکس تھا جو حاجیوں کو حج کی ادائیگی کے لیے ادا کرنا پڑا۔ اس کے بعد یہ رسم جاری ہو گئی۔ فرق صرف اتنا واقع ہوا کہ ابو طاہر نے یہ ٹیکس اونٹ پر عاید کیا تھا۔ اب یہ ٹیکس حاجیوں کی ذات پر عاید ہوتا ہے۔

کئی سال بعد خلیفہ بغداد کے ایک حاجی محمد بن یاقوت نے ایک خط کے ذریعہ ابو طاہر سے یہ مطالبہ کیا۔ کہ اگر وہ حاجیوں کے ساتھ تعرض کرنا چھوڑ دے اور حجر اسود واپس کر دے تو خلیفہ بغداد ان تمام علاقوں پر اس کا قبضہ تسلیم کریں گے جو اس نے بزور شمشیر مسلمانوں سے حاصل کیے ہیں۔ ابو طاہر نے جواب دیا کہ آج کے بعد حاجیوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ لیکن حجر اسود کی واپسی کے بارے میں اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

بالآخر جب ابو طاہر کو یہ یقین ہو گیا کہ حجر اسود "دار الہجرہ" میں نصب کرنے کے باوجود یہاں کوئی مسلمان حج کے لیے نہیں آتا تو یہ نرم پڑ گیا۔ اس سے قبل خلیفۂ عباسی حجر اسود کی واپسی کے لیے اسے پچاس ہزار دینار دینے کو تیار تھا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا تھا۔ لیکن اتفاق سے ۳۳۹ھ میں واپس کرانے کے لیے کوفہ بھیج دیا۔ پھر وہاں سے مکہ بھیجا گیا۔ اور ذی العقدہ ۳۳۹ھ میں بائیس سال بعد حجر اسود اپنے مقام پر نصب کیا گیا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ قرامطہ جب حجر اسود کو اکھاڑ کر لے گئے تو راہ میں کچھ دیر کے بعد اونٹ تھک کر بیٹھ جاتا تھا۔ اور اس کے کوہان میں زخم پیدا ہو جاتا۔ تو فوراً دوسرا اونٹ تبدیل کیا جاتا۔ لیکن واپسی کے وقت ایک اونٹ اسے

لے کر آیا۔ اور اسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ البدایۃ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۲۲

زکرویۃ بن ماہرو قرمطی (۱۳):۔ مذکورہ گمراہوں کے طبقے کا ایک فرد تھا۔ جس نے شخصی کی طرح مہدی کے ایلچی اور نائب ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خلیفہ معتضد عباسی کے دور میں اس کے غلام رقاصہ نے اس زکرویہ کے خلاف فوج کشی کی۔ لیکن زکرویہ کامیاب رہا۔ دوسری دفعہ احمد بن طائی کے غلام شبلی نے اس کے مقابلہ میں فوج اتاری اور زکرویہ کو گرفتار کر لیا۔ لیکن وہ کسی طرح رہا ہو کر فرار ہو گیا اور ایک عرصہ تک روپوش رہا

یحییٰ بن زکرویہ (۱۴):۔ زکرویہ کے بعد اس کے بیٹے یحییٰ بن زکرویہ نے بھی دعویٰ مہدویت کیا۔ اور ایک طویل عرصہ تک حکومت اسلامیہ کے خلاف سرگرم عمل رہا۔ مگر جب خلیفہ مکتفی کو معلوم ہوا کہ اس کی جمعیت بہت بڑھ گئی ہے۔ تو اس نے یحییٰ کے خلاف فیصلہ کن جنگ کا حکم دیدیا۔ آخر کار کئی جنگی معرکوں کے بعد ۲۹۳ھ میں خلیفہ مکتفی کے ایک سپہ سالار کے ہاتھوں یہ یحییٰ مارا گیا۔

زکرویۃ بن ماہرو قرمطی (۱۵):۔ اس دوران زکرویہ قرمطی جو ایک طویل عرصہ تک روپوش رہا تھا۔ دوبارہ ظاہر ہو گیا۔ اور اس نے حاجیوں کے کئی قافلے لوٹ لئے۔ خلیفہ مکتفی نے اس کی سرکوبی کے لیے متعدد لشکر بھیجے مگر سب ناکام رہے۔ اس نے لشکر کشی کے جواب میں موسم حج میں کئی ہزار حجاج تہ تیغ کرائے۔ بالآخر خلیفہ نے وصیف کی سرکردگی میں ایک بڑی فوج اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ لڑائی کے دوران وہ زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور چند روز بعد مر گیا۔

یحییٰ بن زکرویۃ (۱۶):۔ اس کا نام بھی اتفاق سے یحییٰ بن زکرویہ ہے۔ یہ بڑا متقی اور پارسا انسان تھا۔ لوگ اس کی نیکی اور تقوے کی قسم کھاتے تھے۔ بے پناہ حافظہ کا مالک اور آتش نوا خطیب تھا۔ اس نے بھی مہدویت کا دعویٰ کیا۔ اس کے زہد و تقویٰ اور پارسائی کو دیکھتے ہوئے لاکھوں افراد اس کے مرید ہو

گئے۔ ۲۸۹ھ میں اس نے مزید قدم آگے بڑھایا۔ اور اپنی مہدویت کبریٰ کا دعوٰے کیا۔ (یعنی اب تک جو مہدی گزرے تھے وہ چھوٹے موٹے مہدی تھے) اس نے بھی مسلمانوں کا بے پناہ قتل عام کیا۔ آخر کار ۲۹۰ھ میں میدان جنگ میں مارا گیا۔

(۱۷)
حسین بن زکرویہ: ۔ زکرویہ کا ایک بیٹا حسین نامی تھا۔ اس نے بھی مہدویت کا دعویٰ کیا۔ بادیہ نشینوں کے اکثر قبائل نے اس کی پیروی اختیار کی۔ اس کے چہرے پر ایک تل تھا۔ جسے یہ اللہ کی نشانی بتاتا تھا۔ اس تل کے باعث صاحب الشامہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کے مظالم کی داستان بھی بڑی شرمناک ہے لیکن اس کی موت کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کہاں فوت ہوا۔

(۱۸)
عبید اللہ المہدی: ۔ مدعی مہدویت اور مجوسی خاندان کے چشم و چراغ عبد اللہ بن میمون اہوازی کے بیٹے عبید اللہ نے بھی اپنی خاندانی روایات کے مطابق مہدویت کا دعویٰ کیا۔ کئی علاقوں پر قبضہ کیا۔ اور چوبیس سال حکومت کر کے ۳۲۲ھ میں دنیا سے کوچ کر گیا۔

(۱۹)
مہدی ابو عبد اللہ: ۔ مہدیوں کی اس نسل کا یہ قماش انسان تھا۔ اس نے بھی مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ کئی معرکے لڑے اور اسلامی سلطنتوں کے لئے تباہی کا باعث بنا رہا۔ آخر کار اس کی سلطنت میں اتنا اضافہ ہوا کہ یہ افریقہ پر قابض ہو گیا۔ اور خود کو امیر المومنین کہلانے لگا۔ انجام کار یہ بھی ایک جنگ میں مارا گیا۔

(۲۰)
عبید اللہ المہدی ثانی: ۔ اس قبیلہ کا ایک اور فرد عبید اللہ نے بھی مہدویت کا دعویٰ کیا۔ اس کے واقعات بھی نہایت طویل اور شرمناک ہیں۔ اس نے بھی کئی معرکے سر کئے۔ اور پچاس سال حکومت کر کے ۳۰۹ھ میں مر گیا۔

(۲۱)
ابو علی منصور حاکم بامر اللہ: ۔ یہ بھی اسی طبقہ مہدویت کا ایک فرد تھا۔ سیدی

کے قول یہ تمام زندیقوں کا سرتاج تھا۔ ۳۸۶ھ تک برسرِ اقتدار رہا۔ اس کے مظالم کی کوئی حد و نہایت نہ تھی۔ مؤرخین کا دعویٰ ہے کہ فرعونِ مصر کے بعد اس سے بڑا ظالم اور جفاکار انسان مادرِ گیتی نے جنا ہی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اسے اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ تھا۔ اس کے ہم مشرب لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اس نے اسلام کو جتنا رسوا کیا تاریخ میں اس کی کوئی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ یہ اپنی بہن کے اشارے پر اس کے غلاموں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ یہ واقعہ ۲۷ شوال ۴۱۱ھ میں پیش آیا۔ حاکم کے قتل کے بعد اس کی بہن ست الملک ملک کی نگران بنی۔

(۴۲) حسن بن صباح

:- اسلام میں ایک خوفناک فرقہ پیدا کرنے والا انسان ہے۔ اس کے حالات نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز ہیں کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک زمانہ اس کے نام سے کانپتا رہا ہے۔ اس کے حالات سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔ یہ بھی مدعی مہدویت تھا۔ اس کے پیروکار کئی صدی تک حکمرانی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ہلاکو خان نے ان کے مرکز کو ختم کیا۔ حسن بن صباح کی جنت شداد کی جنت کی طرح مشہور رہی ہے۔ اسی کا فرقہ اسمٰعیلیہ کہلاتا ہے۔ سر آغا خان اسی حسن بن صباح کی اولاد میں۔ ۔ شمس تبریز اور لعل شاہباز قلندر اسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جلال الدین رومی نے بھی شمس تبریز کی تقلید میں یہ مسلک اختیار کیا تھا۔ نعوذ باللہ

(۴۳) محمد بن عبداللہ تومرت حسنی

:- محمد بن عبداللہ تومرت حسنی ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا اور ۵۱۴ھ میں اپنا مہدویت کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص انتہائی نیک اور پارسا انسان تھا۔ اس کی فتوحات بھی طویل ہیں جن کی تفصیل کا یہاں گنجائش نہیں۔ ۵۲۴ھ میں اس نے اپنے رفیق کار عبدالمومن کو اپنا جانشین بنایا۔ اور کہنے لگا۔ میرا آخری وقت آن پہنچا ہے اور اس کے بعد انتقال کر گیا۔ اس نے اپنی جماعت کو موحدین کا نام دیا تھا۔ اور کی بات تو یہ ہے کہ اس کے پیروکار نیکی اور پارسائی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سختی سے عمل کرتے تھے گویا یہ ایک معروف قسم کا مہدی نہ تھا

بلکہ تری لحاظ سے خود کو مہدی کہتا تھا۔ اور مسلمانوں کی اصلاح کرنا چاہتا تھا۔

(۴۴) محمود واحد گیلانی: یہ ایرانی مجوسیت کی پیداوار تھا اور چاہتا تھا کہ اسلام کو بدل کر اس پر مجوسیت کی چھاپ لگا دی جائے۔ اس کے عقائد بھی دیگر مہدیوں کی طرح عجیب و غریب تھے یہ تناسخ اور حلول کا قائل تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ حضرت حسین اپنے پہلے جنم میں حضرت مریمؑ تھے اور یزید اپنے پہلے جنم میں فرعون تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ کتا اپنے پہلے جنم میں قربانی تھا۔ اس کا شرکی دم اس کی تلوار ہے۔

اس کا دعویٰ تھا کہ دریائے فرات کا پانی آب زمزم سے افضل ہے۔ یہ ایک ایسا مہدی تھا جو خود کو خدا بھی کہتا تھا۔ بنیادی طور پر یہ آتش پرستی سے متاثر تھا۔ شاہ عباس صفوی کے ہاتھوں اس کے فتنے کا قلع قمع ہوا۔

(۴۵) احمد بن عبداللہ الملثم: یہ [illegible] میں قاہرہ میں پیدا ہوا۔ اس کی زندگی کا ابتدائی حصہ تصوف میں گزرا۔ حتیٰ کہ صاحب کشف و کرامت مشہور ہو گیا۔ اس منزل پر پہنچنے کے بعد اس نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ حکومت وقت نے اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ پھر ایک شخص کو اس کے قتل پر مامور کیا گیا۔ قاتل کے ہاتھ شل ہو گئے۔ پھر اسے زہر دیا گیا۔ لیکن اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے بعد اسے پاگل خانے بھیج دیا گیا۔ وہاں بھی اسے ایک پیالہ زہر پلایا گیا۔ مگر یہ ہلاک نہ ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کے حق میں بہتری منظور تھی۔ اسی لئے اسے ہر شے سے محفوظ رکھا۔ اس نے اسی سال کی عمر میں [illegible] میں وفات پائی۔

(۴۶) ادریس مہدی: اس مہدویت کے مدعی ادریس نامی شخص کے دور کا پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کس زمانہ میں مہدویت کا دعویٰ کیا۔ اس کا نام ادریس تھا اور ترکی کا باشندہ تھا۔ اس کا تذکرہ محمد علی قاسم نے اپنی کتاب "شرف المہدی" میں کیا ہے جو انہوں نے [illegible] میں تحریر کی تھی۔ بہت نیک اور پارسا شخص تھا۔ اس کے معتقدین کی تعداد [illegible] اس نے اپنے مریدوں سے [illegible] ہوا ہے

کریں مہدی ہوں تم اقرار کرو۔ خلق نے مراقبہ کے بعد اس کی تائید کی۔ سلطان بایزید بہت سیدھا سادا نیک انسان تھا اس نے اس سے کہا کہ تم اپنی مہدویت کا اعلان کرو میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ لیکن نے مہدی مراقبہ کیا اور کہنے لگا۔ مجھے کشف سے معلوم ہوا ہے کہ میرے دل میں پیدا ہونے والا خیال القائے شیطانی تھا۔ القائے رحمانی نہ تھا لہذا مہدویت کا دعویٰ کرنا غلط ہوگا۔ اس طرح اس نے اپنے دعویٰ مہدویت سے خود راہ فرار اختیار کر لی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے فتنہ سے امت کو محفوظ رکھا گو یہ جمہوری حکومت کی طرح جمہوری مہدی تھا۔

عبدالعزیز طرابلسی (۱۴۷) : یہ اس نے ۷۱۷ھ میں مہدویت کا دعویٰ کیا۔ عجیب جہل قسم کا انسان تھا۔ مرزا قادیانی کی طرح معجزے نئے دعوے کرتا۔ اور ان کی تاویلیں گھڑ دیتا۔ اسے بھی بہت سے پیروکار میسر آئے۔ کچھ عرصہ بعد یہ خدائی بن بیٹھا جو اسے سجدہ کرنے سے انکار کرتا اسے ہلاک کر دیتا۔ حاکم طرابلس کو جب اس کی حرکات کا پتہ چلا تو اس نے اس کے مقابلے کے لیے لشکر روانہ کیا۔ فوج نے اسے شکست دے کر سخت ذلت آمیز طریقہ سے قتل کیا۔

سید محمد جونپوری (۱۴۸) : یہ سید محمد ۸۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے عالم فاضل اور ماہر دماغ انسان تھے۔ یہ ذات کے سید نہ تھے بلکہ نام سید خان تھا۔ یہ سر سید کی طرح خان ہونے کے باوجود سید مشہور ہو گئے۔ جب انہوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا تو کسی نے کہا کہ مہدی تو آل رسول ﷺ میں سے ہوں گے۔ آپ کیسے مہدی بن گئے۔ کہنے لگے کیا خدا اس امر پر قدرت نہیں رکھتا کہ سید خان کے بیٹے کو مہدی بنا دے۔ اس شخص نے اپنی ماں کا نام تبدیل کر کے آمنہ اور باپ کا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھا۔ اور اپنا نام محمد بھی دعوائے مہدویت کے بعد خود ہی تجویز کیا اور تمام وہ ظاہری علامات جو مہدی کے لیے مشہور ہیں اختیار کر لیں۔

اس نے راجہ دلپت رائے حاکم دانا پور سے بھی جنگ کی اور اسے شکست دی۔ اس نے

اپنی مہدویت منوانے کے لیے بڑے پاپڑ بیلے۔ اور مختلف شہروں میں جا کر کام کرتا رہا۔ ایک بڑی تعداد میں اس نے اپنے پیروکار بنائے۔ آخر ۹۱۰ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں غریب الوطنی اور درماندگی کے عالم میں دنیا سے چل بسا۔

دعوئے مہدویت کے علاوہ اس شخص کی زندگی میں اور کوئی عیب نہ تھا۔ اور نہ کوئی مسلمان اس کی تلوار کا شکار ہوا۔ اس لحاظ سے یہ ایک انوکھا مہدی تھا۔ اس کا سلسلہ خلافت کافی دن تک چلتا رہا۔

(۲۹) عبداللہ نیازی افغانی : سید محمد جونپوری کے فرقہ کے ایک پیروکار عبداللہ نیازی افغانی نے بھی مہدویت کا دعویٰ کیا۔ لیکن یہ دعوی صرف زبانی حد تک محدود رہا۔ ایک روز جلال الدین اکبر نے اس سے علیحدگی میں اس کے دعوے کے بارے میں سوال کیا۔ تو اس نے جواب دیا مجھے یہ فرقہ اچھا لگتا تھا۔ اس لیے میں اس میں شامل ہوگیا۔ اب میں اس سے بیزار ہوں۔ اکبر نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی۔ ۹۹۳ھ میں جب اکبر اٹک گیا تو اس نیازی کو دوبارہ بلایا۔ اور گزر اوقات کے لیے کچھ جاگیر دی۔ مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود اکبر نے فرمان جاری کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مہدویت سے توبہ کر لی تھی۔ کیونکہ اس کی باقی عمر یاد الٰہی اور توکل و انکسار میں گزری ہے۔ ۱۰۰۰ھ میں نوے سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ اس فرقہ نے کافی ترقی حاصل کی۔ مگر اس فرقہ کی گمراہی بڑھتی رہی جو خود سید محمد جونپوری میں نہ تھی۔

(۳۰) حاجی محمد فراہی : جونپوری کے فرقہ کے ایک فرد حاجی محمد فراہی نے بھی مہدویت کا دعوی کیا۔ اس نے سید محمد جونپوری کی شریعت کی جو اس کے پیروکاروں نے اسے نبوت کا درجہ دے کر خود ہی وضع کر لی تھی تبلیغ و تلقین کرتا رہا۔ آخر کار اپنے مذہبی دکانداروں کے ہاتھوں مارا گیا۔ جونپوری فرقہ اب بھی موجود ہے۔ اس کے اثرات حیدرآباد دکن میں پائے جاتے ہیں۔

(۴۱) جلال الدین اکبر

:۔ جلال الدین اکبر مغل اعظم میں بھی مہدویت کے جراثیم پائے جاتے تھے۔ اس کے تذکرے میں جا بجا اس کے دعوے کی جھلک ملتی ہے۔ لیکن بحیثیت مہدی اسے شہرت نہیں ملی۔ اس کی بادشاہت مہدویت پر غالب رہی۔ یہ اپنے دور کا بدترین بادشاہ تھا۔ اس نے دین الٰہی جاری کیا۔ لوگوں سے خود کو سجدہ کراتا اور خود صبح اٹھ کر سورج کی پرستش کرتا۔ دنیا کے ہر مذہب کا رنگ اس پر چھایا ہوا تھا۔ شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ کی ایک روایت ہے۔ ملا محمد مفتی میراں صدر جہاں کے اصرار پر اکبر نے مرتے وقت کلمہ اسلام پڑھا تھا۔ یہ روایت انہی سے لی گئی۔ لیکن بعض مورخین کہتے ہیں کہ کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ اللہ کا نام لیا تھا۔ اور بعض سے اس کے تذکرے میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ اللہ اکبر کا مطلب یہ لیتا تھا کہ اکبر اللہ ہے۔ بہر حال یہی بہتر ہے کہ اس نے بس اللہ کا نام لیا تھا۔ سنہ ۱۶۰۵ء میں اس کا انتقال ہوا۔

(۴۲) سید محمد بخش جونپوری :

:۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مغلوب الحال اولیاؤں میں سے تھے۔ ایک دفعہ عالم وجد میں سنا کر کوئی کہہ رہا ہے انت مہدی کہ تو مہدی ہے۔ اس نے وہ یہ سمجھا کہ میں مہدی ہوں۔ لہٰذا اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اگرچہ آخر عمر میں اس نے مہدویت سے توبہ کر لی۔ لیکن پیروکار دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

(۴۳) ابوالعباس احمد بن عبداللہ سجلماسی :

:۔ اس کا پورا نام ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ سجلماسی ہے یہ ابن ابی محلی کے نام سے مشہور ہے۔ مراکش کا باشندہ تھا۔ مغرب کا مہدی کہلاتا تھا۔ یہ مراکش کے ایک قصبہ سجلماسا نامی میں پیدا ہوا۔ شروع میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا رہا۔ اس نے بھی اپنے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر انجام کار سنہ ۱۰۲۲ھ میں مراکش میں لڑتے ہوئے مارا گیا۔ اس کی لاش چوراہے پر لٹکا دی گئی۔ اس کے ساتھیوں کے سر برسہا برس چوراہے پر لٹکے رہے۔ اس دور کے مشہور

فقیہ ابو زکریا نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔

(۴۴) احمد بن علی محیرثی : یمن کے ایک قصبہ محیرث میں پیدا ہوا اور مہدویت کا دعویٰ کیا آخر عمر میں مکہ معظمہ کا رخ کیا اور [illegible]ھ کو مکہ معظمہ میں انتقال کیا بلا کا ذہین انسان تھا۔ شعر و سخن میں اپنے دور میں بے مثال تھا۔

(۴۵) محمد مہدی ازنکی : ازنک کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ اور مہدویت کا دعویٰ کیا بے شمار لوگ اس کے سبب گمراہ ہوئے۔ امیر احمد خان کی فوج اس کے مقابلے کے لئے نکلی۔ وہ خود تو میدان سے بھاگ گیا۔ مگر اس کا بھائی پکڑا گیا۔ احمد خان کی فوج نے ازنک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ کچھ عرصہ بعد جب مہدی پکڑا گیا تو اسے دربار میں پیش کیا گیا۔ وہ علماء کے دلائل کے سامنے دم بخود ہو کر تائب ہو گیا۔

برہنجی کا بیان ہے کہ اس کے تائب ہونے کے بعد [illegible]ھ میں اسے دیکھنے گیا۔ میں نے اسے بڑا عابد، پرہیزگار، بہت ریاضتیں کرنے والا۔ اکل حلال کا پابند اور حرام چیزوں سے بہت دور پایا۔

(۴۶) مہدی محمد عمادی : [illegible]ھ میں کردستان کے ایک علاقہ عمادیہ میں ایک شخص عبداللہ نامی نے دعویٰ کیا کہ میں حسنی سید ہوں۔ پھر اس نے اپنے لڑکے کا نام محمد رکھ کر بیٹے کے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بے شمار اشخاص اس کے پیروکار بن گئے۔ اس زمانہ میں ایک سبانائی یہودی نے اپنے مسیحا ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ امام مہدی اور حضرت مسیح دونوں دنیا میں تشریف لے آئے ہیں۔

عبداللہ نے کئی علاقوں پر بزور قبضہ کر لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر والی موصل نے اس کے خلاف لشکر کشی کی۔ انجام کار امام مہدی کے والد محترم عبداللہ گرفتار ہو کر آ گئے۔ انہیں سلطان محمد چہارم کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو عبداللہ نے اپنے بیٹے کی مہدویت سے فوراً انکار کر دیا۔ اللہ نے بیٹے کو بھی توبہ کی توفیق دی۔ سلطان نے بیٹے اور باپ دونوں کو معاف کر دیا۔

(۴۷) علی محمد باب: ۔۔ مرزا علی محمد باب شیرازی نے بھی مہدویت کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص یکم محرم ۱۲۳۵ھ کو شیراز میں پیدا ہوا۔ اس کے پیروکاروں میں ایران کے بڑے بڑے اہل علم شامل ہو گئے تھے۔ اس کی علمی جہالتوں سے ایرانی ادب بھرا پڑا ہے۔ اس کے بہت سے جانشین پیدا ہو گئے اور اس طرح بابی مذہب کا آغاز ہو گیا۔ اس کے بعد ایران میں جتنے مہدی اور فرضی نبی تیار ہوئے۔ ان سب نے اس باب کی تقلید کی۔ اس کا استدلال بہت زوردار ہوتا۔

(۴۸) قرۃ العین: ۔۔ زریں تاج المعروف بہ قرۃ العین بھی ان عجوبہ روزگار لوگوں کی فہرست میں شامل ہے۔ جنہوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ یہ دراصل باب کی پیروکار تھی۔ اس نے اپنا سب کچھ باب کے لیے قربان کر دیا تھا۔ یہ باب کا خط پڑھ کر بن دیکھے ایمان لے آئی تھی۔ اس نے باب کیلئے دنیا جہاں کو چھوڑ دیا تھا۔ بڑی ذہین عورت تھی۔ اس کا فارسی کلام فارسی شعراء کے مجموعی کلام پر حاوی نظر آتا ہے۔ اس کے باوجود اس نے خود مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کو باغ لالہ زار میں گلا دبا کر ہلاک کر دیا گیا۔

(۴۹) مہدی سوڈانی: ۔۔ ۱۸۴۸ء کا مرد مجاہد محمد احمد سوڈانی۔ دریائے نیل کے تیسرے آبشار کے قریب بمقام صنگ پیدا ہوا۔ اس کے باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا باپ عبداللہ کشتی ساز تھا۔ اس نے محمد احمد کو اپنے بھائی شریف الدین کے پاس کشتی سازی کا فن سیکھنے کے لئے بھیجا۔ لیکن محمد احمد اپنے چچا کے پاس سے بھاگ کر سوڈان چلا گیا۔ اور سوڈان کے دارالسلطنت خرطوم جا پہنچا۔ اور اسلامی علوم حاصل کرنے لگا۔ اور بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ مہدیوں کی تاریخ میں یہ ایک ایسا پارسا انسان گزرا ہے کہ فرشتے بھی اس کے تقدس کی قسم کھائیں، ہو سکتا ہے کہ اس کی مہدی سے مراد وہ مخصوص ہستی نہ ہو جس کی آمد کے بارے میں لوگ فرضی توقعات وابستہ کیے بیٹھے ہیں۔ چونکہ یہ ایک عالم تھا اس نے لفظ مہدی کے لغوی معنی یعنی ہدایت یافتہ مراد لے کر سوڈانیوں کو انگریز کے خلاف کربستہ کیا ہو۔ جیسا کہ محمد بن عبداللہ بن تومرت نے مہدویت کا دعویٰ کر کے موحدین کی جماعت تیار کی۔ اور دعوت توحید شروع کی۔ اس جماعت کے تمام افراد سختی سے دین پر عمل پیرا تھے ان کی تمام فکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دائرہ میں محدود تھی۔ الغرض یہ دو ہستیاں ایسی گزری

ہیں کہ جو تمام مہدیوں سے جداگانہ ہیں۔ ان حضرات کو معروف معنی کے لحاظ سے مہدی کہنا ان کی سراسر توہین ہے۔

محمد احمد سوڈانی بہت نیک اور پارسا انسان تھا۔ اسے مہدی کا خطاب بھی اس لئے ملا کہ یہ ایک مرد مجاہد تھا۔ اس نے انگریزوں کو ناکوں چنے چبوائے ہیں۔ تمام عمر اللہ کے دشمنوں سے برسرپیکار رہا۔ اس کی دعوت بہت پر اثر تھی۔ اس کی آواز میں سوز بھرا ہوا تھا۔ اس نے خود مہدویت کا کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس کے معتقدین نے اس کی مجاہدانہ اسپرٹ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے مہدی کا خطاب دیا۔ اور اس نے سیاسی مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس خطاب پر خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس کے مقاصد اعلیٰ تھے اور اس کی نیت خالص تھی۔ اس کے عزائم ستاروں کی طرح بلند اور آفتاب کی طرح روشن تھے۔ اس کی تاریخ بہت طویل ہے۔ مگر عظمتوں سے پر ہے یہ عظیم مجاہد ۲۱ جون ۱۸۸۵ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔

غلام احمد قادیانی (۴۰) :

... باپ کا نام غلام مرتضیٰ۔ انگریز کے جدی پشتی غلام اس نے اولاً مجددیت اور پھر مہدی ہونے کا پھر مسیح ہونے کا اور آخر کار نبوت کا دعویٰ کیا یہ مسلمانوں کی تاریخ کا اتنا گندہ کردار ہے۔ جس کی مثال ملنی دشوار ہے۔ مہدی سوڈانی جتنا انگریز دشمن تھا۔ مرزا قادیانی اتنا ہی انگریز دوست تھا۔ مرزا سنہ ۱۸۳۹ء میں قادیان ضلع گورداس میں پیدا ہوا۔

مرزا غلام احمد قادیانی ابتداً ایک مبلغ اور مناظر کی حیثیت سے سامنے آیا۔ کچھ عرصہ بعد مجددیت کا دعویٰ کیا۔ پھر مہدی بن بیٹھا۔ اس کے بعد دعویٰ کیا کہ میں عیسیٰؑ مسیح ہوں اور عیسیٰؑ کے علاوہ کوئی مہدی نہیں۔ پھر کچھ روز بعد اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یہ نیا انکشاف فرمایا کہ نہ تو وہ مسلمانوں کے بقول آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ اور نہ بقول اہل کتاب صلیب پر چڑھائے گئے۔ بلکہ انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ اور بھاگ کر کشمیر پہنچ گئے اور کشمیر میں دفن ہوئے۔ کیونکہ کشمیر میں ایک عیسیٰ نامی شخص کی قبر موجود ہے (اور حضرت عیسیٰ کے علاوہ کوئی عیسیٰ نامی شخص آج تک نہیں گزرا) علماء امت نے سنہ ۱۹۰۶ء سے مرزا غلام احمد اور اس کے جانشینوں کا مقابلہ شروع کیا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے پہل علمائے لدھیانہ نے کی۔ لیکن بعد ازاں امت کے دیگر علماء نے اس کا رد شروع کیا جن میں علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا سعد اللہ لدھیانوی، علامہ اقبال، عطاء اللہ شاہ بخاری، سید داؤد غزنوی۔ مولانا ظفر علی خان، مولانا احمد علی لاہوری۔ آغا شورش کاشمیری۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا ثناء اللہ امرتسری قابل ذکر ہیں۔

لیکن علمائے کرام کی ان کوششوں کے باوجود یہ فتنہ مزید پھیلتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برصغیر میں اس فتنہ کو برطانوی استعمار نے پیدا کیا۔ اور آخر دم تک وہ اس کی سرپرستی کرتا رہا۔ خود مرزا غلام احمد نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ اور احمدیت کی ترقی تاج برطانیہ سے وابستہ ہے برطانوی حکومت کے اشارے پر اس نے ہندوستان میں جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا۔ تاکہ برصغیر کے مسلمان متحد ہو کر علم جہاد بلند نہ کر سکیں۔ اس سلسلے میں اس نے کتنا کام کیا۔ اس کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ میں نے انگریز کی مدح میں اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔"

اس کی مشہور کتاب "درثمین" میں درج یہ اشعار تنسیخ جہاد کے فتوے کا ایک حصہ ہیں۔

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال — دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

۱۹۵۳ء میں قادیانیت کے خلاف ایک زبردست تحریک چلی۔ لیکن گورنر غلام محمد نے فوج کے ذریعے اس تحریک کو کچل دیا۔ مسجد وزیر خان میں بیسیوں افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ سینکڑوں علماء جیل میں ڈالے گئے۔ علامہ ابوالاعلیٰ مودودی کے لیے پھانسی کی سزا کا اعلان کیا گیا۔ مولانا احمد علی لاہوری مولانا محمد علی کاندھلوی اور آغا شورش کشمیری ماہا سال جیل میں پڑے رہے۔ اور سر ظفر اللہ قادیانی حکومت پر چھایا رہا۔ لیکن علماء کی اس تحریک کا شعلہ بجھنے نہ پایا۔ آخر ۱۹۷۴ء میں یہ تحریک بہت زور و شور سے اٹھی۔ اور اس بار تمام حلقۂ فکر کے علماء اور

عوام اس میں شریک ہوئے۔ نتیجۃً حکومت کو اس تحریک کے سامنے جھکنا پڑا۔ اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے بالاتفاق عوام کے اس مطالبے کو قبول کیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ لیکن ان کا فتنہ اندرون خانہ تب بھی موجود رہا۔ ربوہ میں ان کی حکومت چلتی رہی۔ ان کے نبی کے مکان پر راولپنڈی میں دارالخلافت لکھا رہا۔ موجودہ مرزا کی بیویوں کو ام المومنین اور اس پر ایمان لانے والوں کو صحابہ کہا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ موجودہ صدر مملکت ضیاء الحق صاحب نے ان چیزوں کو قانوناً بند کر دیا۔

(۳۱) محمد بن عبداللہ جہینی : یہ اس دور کا سب سے بڑا ڈرامائی کردار ہے۔ اس نے حال ہی میں دو سو مسلح رضا کاروں کی مدد سے کعبۃ اللہ پر قبضہ کیا۔ اس کے حالات زندگی اس وقت تک منظر عام پر نہیں آئے۔ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ سعودی حکومت کی فوج نے اس ٹولی کے سرغنہ اور متعدد افراد کو گرفتار کیا۔ اور بہت سے لوگ گولیوں کے شکار ہو گئے۔ یہ ابھی تک معلوم نہیں کہ یہ مہدی قتل کر دیا گیا یا جیل میں نظر بند ہے۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا تھا۔ یہ بھی اخبارات میں آتا رہا کہ اس کا تعلق سوشلسٹ ملک سے تھا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایران سے برآمد کیا گیا تھا۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کئی سال تک ایرانی حرم مدینہ میں مظاہرے کرتے رہے۔ بہرصورت اس فتنہ کا سدباب سعودی حکومت نے کیا۔ اللہ تعالیٰ جسے بھی اس شرف سے نوازے۔

مہدیوں سے اسلام کو کیا ملا

قارئین کرام آپ نے مختلف ادوار میں پیدا ہونے والے مہدیوں کے سرسری حالات کا مطالعہ کر لیا ہے۔ اب قارئین خود سوچیں اور فیصلہ کریں کہ ان مہدیوں نے اسلام کے نام لیواؤں کو کیا دیا؟ جواب تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس اجمالی خاکے میں اس کا جواب موجود ہے۔ بجز اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ان خانہ ساز مہدیوں نے اسلام کا سینہ زخمی کیا۔ مسلمانوں کا جگر چاک کیا اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ مسلمانوں کو اوہام پرستی کا مریض بنایا۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ آنے والا مہدی ہمیں کیا دے گا۔ اگر ہمارے قارئین کو نہیں معلوم تو ہم اشارتاً بلکہ بیان کر دیتے ہیں علامہ باقر مجلسی نے اپنی حق الیقین میں تحریر کیا ہے۔

چوں قائمؑ ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند	جب ہمارے قائم (یعنی مہدی) ظاہر ہونگے تو وہ
تا بر او حد بزند و انتقام فاطمہ را از او بکشند	عائشہؓ کو زندہ کریں گے اور ان پر حد (اعذنا)
حق الیقین ص ۱۳۹	جاری کریں گے اور فاطمہؓ کا ان سے انتقام لیں گے

یہی مجلسی صاحب حق الیقین میں مزید لکھتے ہیں۔

و ہنگامیکہ قائم علیہ السلام ظاہر می شود	جب مہدی ظاہر ہونگے تو وہ کافروں سے پہلے
پیش از کفار ابتدا بہ سنیاں خواہد	سنیوں اور خاص کران کے علماء سے کاروائی شروع
کرد با علماء ایشاں و ایشاں را خواہد کشت	کریںگے) اور ان سب کو قتل کر کے نیست و نابود
	کریں گے۔

ہمارے وہ سنی علماء جو شیعہ سنی اتحاد کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ موقع لیں کہ فریق مخالف کا ان کے معاملہ میں انداز فکر کیا ہے؟ اور اگر سبائی پاکستان میں فقہ جعفریہ نافذ کرنے اور کرانے میں کامیاب ہوگئے تو سنیوں اور ان کے علماء کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ ہماری حکومت میں بھی اور سیاسی پارٹیوں پر بھی یہی طبقہ اثر انداز ہے۔ اور آج کل انہیں نائب امام کی مدد بھی حاصل ہے کیونکہ انقلاب ایران کے بعد آمد مہدی کے منصوبے میں ترمیم کر لی گئی ہے۔ اب منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مہدی کے انتظار میں بیٹھے رہنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اب وہی کام نائب امام انجام دیں گے۔

خمینی صاحب نے ایران میں جو انقلاب برپا کیا ہے۔ اس کے پس پردہ جو سیاسی اور مذہبی بنیاد ہے۔ وہ اپنی کتاب "الحکومت اسلامیہ" میں واضح کی ہے۔ یہ کتاب ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ آخری امام یعنی مہدی منتظر کی غیبت کبریٰ کے اس زمانہ میں جس پر ہزار سال سے زیادہ گذر چکے ہیں۔ اور

بقول خمینی ہو سکتا ہے کہ ہزاروں سال کا زمانہ اسی طرح گزر جائے۔

فقہاء یعنی شیعہ مجتہدین کا نہ صرف حق بلکہ ان کی ذمہ داری اور ان کا فرض ہے کہ وہ امام آخر الزمان (امام غائب) کے نائب اور قائم مقام کی حیثیت سے حکومت کا نظام اپنے ہاتھ میں لینے کی جدوجہد کریں۔ اور جب ان مجتہدین میں سے ایک فرد جو اس کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہو اس مقصد کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور جدوجہد کرے تو وہ معاشرے اور حکومت سے متعلق معاملات میں امام ہی کی طرح بلکہ خود نبی و رسول کی طرح واجب الاطاعت ہوگا۔ خمینی صاحب نے اس کتاب میں ولایۃ الفقیہ کا عنوان قائم کرکے تحریر کیا ہے۔

وإذا نهض بأمر تشكيل الحكومة فقيه عالم عادل فإنه يلي من أمور المجتمع ما كان يليه النبي (ص) منهم، ووجب على الناس أن يسمعوا ويطيعوا ويملك هذا الحاكم من أمر الإدارة والرعاية والسياسة للناس ما كان يملكه الرسول (ص)، وأمير المؤمنين (ع)

الحكومة الإسلامية

ص ۴۹

اور جب کوئی فقیہ (مجتہد) جو صاحب علم ہو عادل ہو حکومت کی تنظیم و تشکیل کے لیے اٹھ کھڑا ہو تو اس کو معاشرے کے معاملہ میں وہ تمام اختیارات حاصل ہونگے جو نبی کو حاصل تھے۔ اور سب لوگوں پر اس کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہوگا۔ یہ صاحب حکومت فقیہ مجتہد حکومتی نظام اور علاقائی و سماجی مسائل کی نگہداشت اور امت کی سیاست کے معاملات میں اسی طرح مالک و مختار ہوگا جس طرح نبی اور امیر المومنین علیہ السلام مالک و مختار تھے۔

نیز اسی کتاب میں خمینی صاحب ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں۔

ان الفقهاء هم أوصياء الرسول من

فقہاء (مجتہدین) ائمہ معصومین کے بعد اور

بعد الائمة وفی حال غیابهم وقد کلفوا بالقیام بجمیع ما کلف الائمہ (ع) بالقیام بہ ۔ الحکومت الاسلامیہ ص۷۵ ۔	ان کی غیبت کے زمانہ میں رسول کے وصی ہیں اور وہ مکلف ہیں ان سب امور و معاملات کی انجام دہی کے ذمہ دار ہیں۔ جن کی انجام دہی کے مکلف ائمہ علیہم السلام تھے ۔

الغرض خمینی صاحب کے ذریعہ ایران میں جو انقلاب آیا اس کی یہی مذہبی اور فکری بنیاد ہے۔ خمینی صاحب کی حیثیت دیگر ممالک کے قائدین انقلاب اور سربراہان حکومت کی نہیں۔ بلکہ مذہب شیعہ کی تمام بنیاد عقیدۂ امامت اور امام آخر الزمان کی غیبت کبریٰ کے زمانہ میں ولایت فقیہ کے اصول و نظریہ پر ہے لہذا وہ شیعوں کے بارھویں امام مہدی کے نائب و قائم مقام، رسول اللہ کے وصی اور نبی اور امام کی طرح واجب الاطاعت ہیں۔ جن کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا امکان نہیں ہے۔ ان کے تمام اقدامات اور تمام کاروائیاں اسی حیثیت سے ہیں۔ خمینی صاحب کی اس حیثیت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ وہ تمام عالم اسلام بلکہ تمام دنیا کو زیر حکومت لانے کی سعی کریں۔ سنیوں کا قتل عام کریں۔ کعبۃ اللہ پر قبضہ کریں اور مدینہ پر تسلط قائم کرکے ابوبکر و عمر کی لاشیں نکلوا کر انھیں پھانسی پر چڑھائیں ۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ خمینی صاحب نے جو کچھ الحکومت الاسلامیہ میں لکھا ہے۔ اس میں پوری صفائی کے ساتھ اس کا اظہار کیا ہے کہ اس نظریہ کی بنیاد پر صرف وہ شیعہ فقیہ و مجتہد ہی امت کا امام اور سربراہ حکومت ہو سکتا ہے۔ جو عقیدۂ امامت اور امام آخر الزمان کی غیبت کبریٰ کے زمانہ میں ولایت فقیہ کے نظریے کو تسلیم کرتا ہو۔

کیا اس وضاحت کے بعد بھی اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ اس انقلاب کو خالص اسلامی انقلاب کہنا۔ اور کانفرنسوں اور اجتماعات میں یہ نعرے لگوانا کہ یہ خالص اسلامی انقلاب ہے جس میں شیعہ اور سنی کا کوئی امتیاز نہیں ایک کھلا فریب ہے؟ ہرگز نہیں ۔

اب تو کتب و اخبارات میں بھی یہ بات وضاحت کے ساتھ آچکی ہے کہ حکومت ایران میں آج کل سنیوں کی ایک بھی مسجد نہیں۔ نہ سنیوں کو علیحدہ نماز پڑھنے اور اپنے عقیدے کے اظہار کی اجازت ہے۔

اور نہ موجودہ قانون کی رو سے کوئی سنی اسمبلی کا ممبر بن سکتا ہے ۔ حالانکہ ایرانی بلوچستان اور خراسان میں اثنا فیصدی سنی ہیں ۔ اسی لئے پاکستان کے رافضی یہاں اسلامی قانون نافذ نہیں ہونے دیتے ۔ اور اتفاق سے یہاں کے سنی ان کی چھپر گیری کرنا اپنے لئے باعث فخر تصور کرتے ہیں ۔

اوپر جتنے مہدیوں کا حال پیش کیا گیا ہے ۔ ان میں بیشتر آپ کو رافضی نظر آئیں گے اور سب میں آپ کو یہ قدر مشترک نظر آئے گی کہ سب نے سنیوں کا قتل عام کیا اور سب نے اسلام میں نئے نئے شگوفے چھوڑے ۔ حتیٰ کہ اب ہم جس اسلام کے نام لیوا ہیں ۔ وہ اسلام اصل صورت میں ہمارے پاس موجود ہی نہیں رہا ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فرد و بشر کا اسلام جداگانہ ہے ۔ اور جب وہ اسلام کی بات کرتا ہے تو اس سے مراد وہ اسلام ہوتا ہے جو اس کے ذہن میں ہوتا ہے ۔ کسی کے نزدیک وہ اسلام ہرگز مراد نہیں ہوتا جو قرآن کی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں تھمایا گیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور ان مہدیوں کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے ۔ (آمین) یارب العالمین ۔ وماعلینا الا البلاغ

حبیب الرحمٰن کاندھلوی

فنِ حدیث کی اصطلاحات

جن کا اس کتابچے میں حوالہ دیا گیا ہے

خبرِ واحد۔ جس حدیث کا صرف ایک راوی ہو اسے غریب بھی کہتے ہیں، اگر وہ راوی معتبر ہے تو حدیث قابلِ عمل ہوگی، لیکن اس سے عقیدہ ثابت نہیں کیا جا سکتا اور اگر راوی کمزور ہے تو وہ ضعیف ہوگی۔

ضعیف۔ جس حدیث کی سند میں کوئی راوی کمزور ہو۔ یاد رکھئے کہ کمزوری کے مختلف درجات ہیں، اگر اس کا حافظہ کمزدر ہے تو اسے ضعیف کہیں گے۔

موضوع۔ اگر راوی کذاب ہے تو وہ روایت موضوع ہے۔ ایسی روایت کو حدیث کہنا بھی حرام ہے۔

منکر۔ جس روایت میں کوئی قابلِ انکار بات پائی جاتی ہو۔

مجروح۔ جس روایت پر اعتراض ہو اور محدثین نے اسے قبول نہ کیا ہو اسے مجروح کہتے ہیں۔

متروک جس راوی کی روایت کو محدثین نے ترک کر دیا ہو۔ اس راوی اور روایت دونوں کو متروک کہا جاتا ہے۔

مجہول۔ وہ راوی جس کا نام و نسب یا حال معلوم نہ ہو۔ اس کی روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

مرسل۔ تابعی حضورؐ کا فرمان نقل کرے اور درمیان سے صحابی کا نام چھوڑ دے اس روایت کی قبولیت میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ کہ ایسے راوی کی مرسل تو قابلِ قبول ہے جو صرف ثقہ راوی سے روایت لیتا ہو۔ ورنہ قابلِ قبول نہیں۔

منقطع۔ درمیان سے کوئی راوی چھوٹ جائے۔ ایسی روایت قطعاً قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ بعض اوقات محدثین مرسل کے لئے منقطع کا لفظ استعمال کر جاتے ہیں

اور منقطع کے لئے مرسل کا۔

امام ۔ امام سے مراد ماہر فن ہوتا ہے۔ فن حدیث میں ماہر حدیث اور فن فقہ میں ماہر فقہ۔

حافظ ۔ محدثین کی اصطلاح میں حافظ الحدیث کو حافظ کہا جاتا ہے۔ اس مضمون میں جس جگہ بھی یہ لفظ آیا ہے، اس سے یہی مراد ہے۔

نوٹ ۔ جب کوئی روایت ضعیف ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اسے منسوب کرنا، اور اسے دین کا جزو تصور کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کر لو۔ الحجرات۔ قرآن کی رو سے ہر خبر کی تمیز مسلمان پر لازم ہے اور جب تک اس کی صحت کی تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک اسے بیان کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مگر وہ لوگ جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا علم بھی ہو" الزخرف۔ اور حضور کا فرمان ہے "انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے" مسلم۔

آج کل جو یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ ہر شخص ہر بات کو حضور کی جانب منسوب کر دیتا ہے، یہ قطعاً حرام، اور افتراء علی الرسول ہے لوگوں کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

تدلیس و مدلس ۔ تدلیس کے معنی ہیں عیب چھپانا۔ اور اصطلاح محدثین میں تدلیس اسے کہتے ہیں کہ درمیان سند سے ضعیف راوی کو گرا کر حدیث اس سے اوپر کے راوی کی جانب منسوب کر دی جائے جو ثقہ ہو۔ اس طرح اس ضعیف کے عیب پر پردہ ڈال دیا جائے جو شخص یہ کام انجام دیتا ہے اسے مدلس کہتے ہیں اور ایسے شخص کی وہ روایت قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے جو وہ لفظ عن کے ذریعہ کرے۔ ہاں اگر وہ حدثنا یا اخبرنا یا سمعت

کے الفاظ استعمال کرے۔ (یعنی ہم سے حدیث بیان کی، یا ہمیں خبر دی۔ یا میں نے سنا) تب اس کی روایت یقیناً قبول کی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ خود ثقہ ہو۔

حدیث اور فن حدیث کی کتابیں جن کا حوالہ اس کتابچے میں ہے

صحیح بخاری۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ کی تصنیف ہے۔ یہ حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب کہی جاتی ہے۔ امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں جتنی صحت کا اہتمام کیا ہے، اتنا کسی دوسرے مصنف نے نہیں کیا۔ یہ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

صحیح مسلم۔ اسکے مرتب مسلم بن حجاج قشیری ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں انتہائی صحت کا اہتمام کیا ہے اور ہر حدیث کی سب سندیں جمع کی ہیں۔ ۲۶۱ھ میں انکی وفات ہوئی۔ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

سنن نسائی۔ انکی کنیت ابو عبد الرحمان اور اسم گرامی احمد بن شعیب ہے۔ انہوں نے بھی انتہائی صحت کا اہتمام کیا ہے۔ لیکن ان کی کتاب میں صرف مسائل فقہیہ سے متعلق احادیث پائی جاتی ہیں۔ یہ سندوں اور متن کے اختلاف کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتے اور ان کی خامیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ حدیث کی چھ کتابوں میں سے ایک۔

سنن ابی داؤد۔ امام ابو داؤد کا اسم گرامی سلیمان بن اشعث ہے۔ سجستان کے باشندہ ہیں۔ ۲۷۵ھ میں وفات ہوئی۔ ان کی کتاب میں مسائل فقہیہ کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ ان کے مزاج پر فقہی غلبہ زیادہ تھا اس لئے فقہی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے حدیث ضعیف، منقطع، مرسل اور معلول روایات کا سہارا بھی لیتے ہیں۔ اگرچہ بعض مقامات پر ان پر جرح بھی کرتے ہیں۔ مسائل فقہیہ کے لحاظ سے یہ سب سے اہم کتاب ہے۔ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

جامع ترمذی۔ اس کے مصنف محمد بن عیسیٰ ترمذی ہیں۔ المتوفی ۲۷۹ھ۔ ان کی کتاب ایک نرالی قسم کی کتاب ہے، اولاً سرخی قائم کرتے اور اس موضوع پر جو حدیث صحیح ہوتی ہے اسے پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی حدیث صحیح موجود نہیں پاتے جو نسبتاً کم ضعیف ہو تو اسے بیان کرکے اس پر جرح کرتے پھر صحابہ اور علماء کا مسلک بیان کرتے ہیں۔ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

سنن ابن ماجہ۔ اس کے مصنف محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی ہیں۔ ان کی وفات ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ حدیث کی   کی کتابوں میں سے ایک۔

الموطا۔ اس کے مصنف امام مالک بن انس المدنی ہیں جو ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصنیف آج کی حدیث کی موجودہ کتابوں میں سب سے اول تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ یہ غیر ثقہ راوی سے کوئی روایت نقل نہیں کرتے۔ ماہرین اور محققین حدیث کے ایک طبقے کے نزدیک بلحاظ صحت اس کا مقام بخاری و مسلم سے زیادہ ہے لیکن اس میں زیادہ تر صحابہ و تابعین کے اقوال اور اپنی فقہی آراء پائی جاتی ہیں۔ اسی باعث ایک لحاظ سے یہ فقہی کتاب ہے۔

میزان الاعتدال۔ یہ حافظ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان المتوفی ۷۴۸ھ کی تصنیف ہے جو ذہبی کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ امام ابن تیمیہ کے ہم عصر ہیں۔ حدیث، اصول حدیث، دجال، جرح و تعدیل اور علل کے امام ہیں۔ ان فنون میں یہ بہت سے متقدمین پر بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ حدیث کی صحت و ضعف پر ان کے قول کو حجت سمجھا جاتا ہے۔ ان کی یہ کتاب میزان امام ابن عدی کی کامل کا خلاصہ ہے جس میں دس ہزار کے قریب راویوں پر بحث کی گئی ہے۔

تقریب۔ یہ حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ دراصل یہ ان کی کتاب تہذیب التہذیب کا خلاصہ ہے۔ جو خود انہوں نے کیا ہے۔ اس سے

راویان حدیث کا مختصر سا خاکہ جلد ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ لیکن حافظ صاحب جرح کے معاملہ میں بہت نرم واقع ہوئے تھے ذرا سے سہارے پر بھی راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر راوی حنفی المذہب ہو تو معمولی سے سہارے پر اسے ضعیف ثابت کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کے بعد ان جیسی ہستی بھی کوئی نہیں گزری اس لحاظ سے یہ علمی تحقیق کا آخری سہارا ہیں۔

کتاب العلل۔ اس نام کی متعدد کتابیں ہیں۔ ایک کتاب امام ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ کی بھی ہے جو جامع ترمذی کے آخری صفحہ کے طور پر شامل ہے۔

سیرت الرسول محمد بن عبد الوہاب

البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیر) حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمرو بن کثیر قرشی المتوفی ۷۷۴ھ

ایک ضروری وضاحت

اس کتاب میں جہاں جہاں لفظ خدا آیا ہے وہاں اللہ پڑھا جائے لفظ خدا "اللہ" کی پوری نمائندگی نہیں کرتا کیونکہ یہ غیر اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے خدا وند نعمت بادشاہوں کے لئے، خدائے سخن ادیب اور شعراء کے لئے، خدائے صفائی سڑکوں کی صفائی سے متعلق عملہ کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ خدا کی جمع بھی آتی ہے جبکہ اللہ کی کوئی جمع نہیں۔ خدا فارسی زبان کا لفظ ہے جو ہر بڑے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے بعض مذاہب میں دو خداؤں کا تصور ہے۔ نیکی کے خدا کو خدائے یزداں اور بدی کے خدا کو خدائے اہرمن کہا جاتا ہے جبکہ اللہ ایک ذات کے لئے مخصوص ہے نہ اس کی جمع ہوتی ہے اور نہ یہ غیر اللہ کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ لفظ اللہ سے اس کی وحدانیت کا صحیح تصور پیدا ہوتا ہے۔ عظمت، بزرگی اور کبریائی لفظ اللہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ خدا سے نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے لئے یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے لئے لفظ خدا کا استعمال اس کی صریح توہین ہے اس سے اللہ کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا اور شرک لازم آتا ہے اللہ ہمیں اس شر سے محفوظ رکھے اور توفیق دے کہ ہم آئندہ "خدا" کی بجائے اللہ کا استعمال اپنے اوپر لازم کرلیں۔ آمین

(ادارہ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ انساب

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی

ابن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب

ابن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس

ابن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

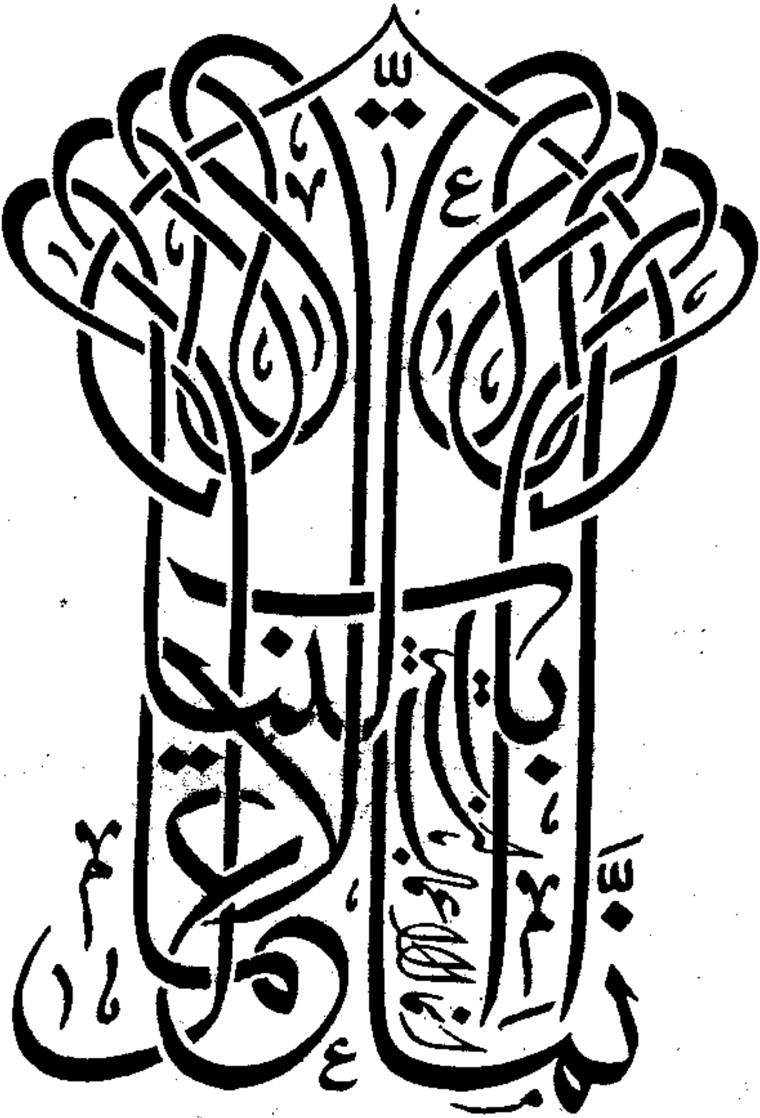

بیشک اعمال کا دارومدار نیّت پر ہے